فضیلت رمضان المبارک
اور صحابہ کرامؓ کی اونچی شان
شیخ محمد عثمان اینڈ سنز تاجران کتب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شهر رمضان الذی انزل فیه القرآن

فضائل شهر رمضان

یعنی

فضیلتِ رمضان المبارک

اور صحابہ کرامؓ کی اونچی شان

مؤلف

جناب مولانا سید محمد قاسم شاہ رضا صاحب بخاری

(صدر انجمن تبلیغ الاسلام جموں و کشمیر و مہتمم اعلیٰ حنفی عربی کالج نوہٹہ سرینگر)

بتقسیم کار

شیخ محمد عثمان اینڈ سنز تاجران کتب

ایکسچینج روڈ گاؤکدل چوک سرینگر کشمیر

- نام کتاب ... ... فضائل شہر رمضان
  (یعنی: فضیلت رمضان المبارک)
- مؤلف ... ... مولانا سید محمد قاسم شاہ صاحب بخاری مدظلہ العالی
- باہتمام ... ... شیخ اعجاز احمد
- تعداد صفحات و سائز ... ... ۱۴۴ ۲۰×۳۰/۱۶
- خوشنویس ... ... عبدالحمید جاوید
- ھدیۂ کتاب ... ... مبر روپے

پبلشرز	گلشن پبلشرز "مدینہ چوک" گاؤکدل سرینگر
تقسیم کار	شیخ محمد عثمان اینڈ سنز تاجران کتب گاؤکدل سرینگر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصطفٰی ــ "

اَمَّا بَعْدُ !

فَضَائِلِ شَھْرِ رَمَضَان

اور

صحابۂ کرام کی اونچی شان

نوٹ :- "واضح رہے ! کہ اس کتاب کے مضامین کا سلسلہ چونتیس ۳۴ تک پہنچ جاتا ہے اگر قارئین کتاب ان کا مطالعہ سچے دل اور پورے اخلاص سے فرمائینگے، تو یقین جانیئے کہ ان کے دل ایمان کی حلاوت اور علم وادب کے زیور سے معمور ہو جائیں گے ۔"

(مؤلف)
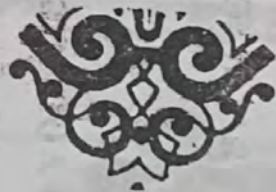
مضامین ترتیب وار

۱ ۔ پیش لفظ،
۲ ۔ احادیث مبارکہ کی روشنی میں ماہ رمضان المبارک کی فضیلت و عظمت ،
۳ ۔ روزہ اور رمضان کا باہمی تعلق ،
۴ ۔ صوم کے لغوی اور شرعی معنیٰ ،
۵ ۔ رمضان المبارک کا معنیٰ اور لغوی تحقیق ، اور خصوصیت
۶ ۔ روزوں کی قدامت اور اقوامِ عالم کی نظروں میں اس کی اہمیت ،
۷ ۔ مسائلِ صوم ،
۸ ۔ فدیہ دینے کے ضروری مسائل ،
۹ ۔ روزہ کی نیت ،
۱۰ ۔ روزوں کی مزید اہمیت ،
۱۱ ۔ تراویح کے مختصر احکام ،
۱۲ ۔ بیس رکعات تراویح ، بیس صحیح حدیثوں سے ثبوت ،
۱۳ ۔ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے بھی بیس رکعات

تراویح دو رات پڑھی ہیں ،
۱۴ - آٹھ رکعت تراویح پڑھنے والے جس صحیح حدیث سے استدلال کرتے ہیں اس کا صحیح مفہوم و معنیٰ ،
۱۵ - اس سلسلہ میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جو حدیث پیش کی جاتی ہے اس کے راویوں کا محدثین کرام کے نزدیک سخت ضعیف ہونا مسلّم ہے، اور اس کی پوری تشریح ،
۱۶ - حضراتِ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے معیارِ حق ہونے پر قرآن و حدیث سے ثبوت اور ان کو معیارِ حق مانے بغیر اسلام نامکمل اور بے وزن رہتا ہے۔ اس سلسلے میں اظہارِ افسوس اور احتجاج ،
۱۷ - اعتکاف اور اس کے مسائل ،
۱۸ - الٰہی ! برکتِ ماہِ صیام کا صدقہ (ابیات میں) ،
۱۹ - شبِ قدر کی عظمتیں اور برکتیں ،
۲۰ - مالِ زکوٰۃ ،
۲۱ - زکوٰۃ کے ضروری احکام و مسائل ،
۲۲ - زکوٰۃ ادا کرنے کا طریقہ ،
۲۳ - عید کا فلسفہ اور اس کے متعلق احکام ،
۲۴ - عید الفطر کے سُنن اور مستحبات ،

۲۵ ۔ طریقہ نمازِ عید الفطر ،
۲۶ ۔ صدقۂ فطر کے احکام ،
۲۷ ۔ صدقۂ فطر کن لوگوں پر واجب ہے ،
۲۸ ۔ صدقۂ فطر کس قدر اور کن چیزوں سے دینا چاہیے ،
۲۹ ۔ صلوٰۃ التسبیح کا بیان ،
۳۰ ۔ فضائل و آدابِ دعا ،
۳۱ ۔ اوقاتِ اجابتِ دعا ،
۳۲ ۔ مقبولیتِ دعا کے خاص آداب ،
۳۳ ۔ نوادر ، یعنی زکوٰۃ کے چند نادر مسائل ،
۳۴ ۔ فضائل قرآن اور تلاوت قرآنِ حکیم ۔

بہر حال مجھے امید ہے کہ تمام مکاتبِ فکر مسلمان اس مختصر کتاب کا مطالعہ فرماکر مؤلف کتاب کے لئے دعائے خیر دارین فرمائیں گے ۔ اور اگر قلم نے حدودِ توسط سے تجاوز کیا ہو تو نیاز مند کو آگاہ کریں گے کیونکہ مقصود تو اظہارِ حق ہے نہ تکبر و تعلّی ـــــ نعوذ باللہ من مزلّۃ الاقدام و شططِ الاقلام ، وصلّی اللہ علیٰ خیر خلقہ محمّد و علیٰ آلہٖ وسلّم اصحابہٖ اجمعین ۔

حقیر مؤلف

پیش لفظ!

رمضانُ المُبارک وہ مقدس مہینہ ہے جس میں تمام آسمانی کتابیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے اولوالعزم پیغمبروں علیہم الصلوٰۃ والسلام پر اُتاریں۔

چنانچہ سیدنا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اسی ماہ کی پہلی یا تیسری تاریخ کو "صحیفے" عطا ہوئے۔ ۱۲ ریا ۱۸ ر رمضان المبارک کو حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو "زبور" ملی۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ۶ ر رمضان المبارک کو "توراۃ" عطا ہوئی ۱۲ ریا ۱۳ ر رمضان المبارک کی تاریخ تھی جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو "انجیل" ملی۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اِس مقدس مہینے یعنی رمضان المُبارک کی عظمت اور برکت قدیم زمانوں سے چلی آرہی ہے۔ اسی وجہ سے

"قرآن کریم" بھی اسی متبرک اور بابرکت مہینہ میں لوحِ محفوظ سے آسمانِ اوّل پر سارا کا سارا نازل ہوا، اور وہاں سے حسبِ موقع، حاجت و ضرورت تھوڑا تھوڑا کر کے تیئیس (۲۳) سال کے عرصہ میں پیغمبر آخر الزّمان حضرت محمّد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر نازل ہوا۔

حضور سالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس مقدس اور بابرکت مہینہ کو تین حصوں میں تقسیم کر کے فرمایا۔

۱:● ـ اَوَّلُہٗ رَحْمَۃٌ : اس کے پہلے دس دن رحمت کے ہیں۔

۲:● ـ وَاَوْسَطُہٗ مَغْفِرَۃٌ : اس کے درمیانی دس دن مغفرت اور بخشش کے ہیں۔

۳.● ـ وَاٰخِرُہٗ عِتْقٌ : اور اس کے آخری دس دن جہنّم سے آزاد ہونے کے ہیں۔

رسول رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ کہ رمضان المبارک کی چند خصوصیتیں ہیں : کہ،

۱ ـ یہ صبر و ضبط اور نفس کی خواہشات پر قابو پانے کا مہینہ ہے۔

۲ ـ یہ غمخواری، ہمدردی اور مساکین کے ساتھ خصوصیّت سے سخاوت کا مہینہ ہے ـــــــــ "

روح البیان میں حضرت امام سیوطی رحمتہ اللہ علیہ نے جامع الصغیر

حضرت نبی کی مقاصد بروایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما، حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشادِ مقدس نقل کیا ہے۔ آپ نے فرمایا:۔۔۔ کہ، میری اُمت میں ہر وقت پانچسو۵۰۰ برگزیدہ بندے اور چالیس۴۰ ابدال رہتے ہیں۔ جب ان میں سے کوئی صاحب اس دُنیا سے رخصت ہوتا ہے تو فوراً اس کی جگہ دوسرا لیتا ہے۔"

صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کیا: "کہ، اُن لوگوں کے خصوصی اعمال کیا ہیں:"

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: "کہ، وہ ظلم کرنے والوں سے درگذر کرتے ہیں۔۔۔، بُرائی کرنے والوں سے بھی احسان کا برتاؤ کرتے ہیں۔۔۔، اور اللہ جل شانہٗ کے عطا کیے ہوئے رزق میں لوگوں کے ساتھ ہمدردی اور غمخواری کا برتاؤ کرتے ہیں۔"

غرض اس مقدس، بابرکت اور رحمت سے بھرپور مہینہ کی حرمت وعزت بے انتہا اور بے شمار ہے۔۔۔ اس بنا پیغمبرِ برحق حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: "رمضان المبارک کی راتوں میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے ایک پکارنے والا (فرشتہ) پکارتا اور آواز دیتا رہتا ہے:

"یَا بَاغِیَ الْخَیْرِ اَقْبِلْ"

یعنی :۔ اے نیکیوں اور اعمالِ صالح کے طلب گار ! ہم جانتے ہیں کہ تو نیک اور اللہ جل شانہٗ سے ڈرنے والا ہے (مگر یہ رمضان المبارک کا مہینہ ہے) لہذا اور آگے بڑھ کر نیک کاموں (صوم وصلوٰۃ تلاوت کلام پاک، جود و سخاوت) میں پورے جوش وخروش کے ساتھ زیادہ سے زیادہ حصّہ لے لو۔"

اور یہ پکارنے والا (فرشتہ) پکار کر کہتا ہے :

"یَا بَاغِیَ الشَّرِّ اَدْبِرْ"

یعنی :۔ اے گناہوں کے طلب گار ! اے دن رات غیبت کرنے والے ۔ اے بدنظر، اے منحوس، اے کنجوس، اے دین فروش، ۔ اے دوسروں کو خدائے جلیل کی طرف دعوت دینے والے لیکن خود خلوت وجلوت میں اس کے (اللہ جل شانہٗ) احکام سے بغاوت کرنے والے، اے بدطینت و بدخصلت جو خداوند تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال بنانے والے، اور اس کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام بنانے والے ! ہم تمہارے درون بہر خوب واقف اور آگاہ ہیں، پھر بھی تم کو ہم اس بات کی وارننگ دیتے ہیں : کہ کم از کم اس رحمت و مغفرت اور عفو و آزادی کے مہینہ کی عزّت کی خاطر اپنے گناہوں سے باز آؤ ۔ ابھی بھی وقت ہے ۔ اور خوامخواہ اپنے نفاق سے

بے گناہ اور معصوم بندگانِ خدا میں تفرقہ اور تضاد پیدا کرنے سے جتنی جلدی ہو سکے پیچھے کی طرف لوٹ جاؤ۔ کہ،

دل بدست آور کہ حج اکبر ست
صد ہزاراں کعبہ یک دل بہتر ست
کعبہ بنیاد خلیلؑ آذر ست
دل گذر گاہِ جلیل اکبر ست

حضرات! رمضان المبارک شروع ہونے سے پہلے اپنے دلوں اور سینوں کو توبہ استغفار، غذائے حلال، صدق مقال، تسبیح و تراویح اور جود و سخاوت سے استقبال فرمائیے۔

ریڈیو سٹیشن اور دور درشن کیندر (ٹیلی ویژن) کے ڈائریکٹر صاحبان سے گذارش ہے کہ وہ خصوصی طور اس متبرک، بابرکت اور رحمت کے مہینہ کے احترام کی خاطر صرف ایسے پروگرام مرتب کروائیں جن سے رمضان المبارک کے علاوہ ہمارے اخلاقی سدھار اور سماجی بہبودی میں مدد مل جائے۔

اسی طرح مسلمانوں پر بھی فرض ہے کہ وہ ان لوگوں سے بائیکاٹ کریں جو کھلے بندوں اس مبارک، مقدس اور رحمت وا

برکت سے بھرپور مہینہ کے احترام کو تباہ کرتے ہیں۔

اب آپ تفصیل کے ساتھ روزوں کی فضیلت، افادیت، صوم کے لغوی معنیٰ، صومِ رمضان کی مزید خصوصیت، روزوں کی قدامت اقوامِ عالم میں اس کی اہمیت، مسائلِ صوم، شبِ قدر، اعتکاف اور اہم مضامین اصل کتاب میں مطالعہ فرما کر راقم کے لئے سعادتِ دارین کی دعا فرمائیے۔

خاکپائے علماء و اولیاء

سید محمد قاسم شاہ بخاری عفی عنہ

۲

روزوں کی فضیلت از زبانِ نبوّت

صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم

حدیث نمبر ۱

"عَنْ اَبِی ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ: قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ اَبْوَابُ السَّمَاءِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ اَبْوَابُ الْجَنَّۃِ وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ جَھَنَّمَ وَسُلْسِلَتِ الشَّیَاطِیْنُ وَفِیْ رِوَایَۃٍ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الرَّحْمَۃِ۔" (متفق علیہ)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ پیغمبرِ خدا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ جب رمضان المبارک کا مہینہ شروع ہوتا ہے تو آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں ـــ اور دوسری روایت میں اس طرح فرمایا: کہ جب رمضان المبارک داخل ہو جاتا ہے تو جنّت کے دروازے کھولے جاتے ہیں، اور جہنّم کے دروازے

بند کئے جاتے ہیں اور شیاطین پا بزنجیر بنائے جاتے ہیں، ایک اور روایت میں ہے کہ جنّت کے دروازوں کے بدلے رحمت کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔"

تشریح:۔ علماء اسلام نے فرمایا کہ یہ جو پیغمبرِ رحمت حضرت محمّد مصطفٰے احمد مجتبٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ جب رمضان المبارک کا متبرّک مہینہ شروع ہوتا ہے تو جنّت کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔ اس سے یہ مطلب ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی بے شمار رحمتیں اور برکتیں اس مقدس مہینے میں برسنے لگتی ہیں۔ اور جنّت کے دروازوں کے کھولنے کا، اور جہنّم کے دروازوں کے بند کئے جانے کا یہ مطلب ہے کہ روزہ دار گناہوں سے خلاصی پاتے ہیں اور خواہشات نفسانی کمزور پڑ جاتی ہیں۔

حدیث نمبر ۲

"عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَلَہٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ وَمَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَلَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ وَمَنْ قَامَ لَیْلَۃَ الْقَدْرِ اِیْمَانًا

وَ احْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ۔"

ترجمہ: ۔ "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب سید الکونین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان ماہِ رمضان المبارک میں پورے اعتقاد اور ثواب کی نیت سے روزہ رکھے گا۔ اس کے گذشتہ گناہ بخشے جائیں گے؛ اور ماہِ صیام کی راتوں میں اعتقاد اور ثواب کی نیت سے قیام کرکے تراویح و نوافل پڑھے گا، اس کے سابقہ گناہ بخشے جائیں گے۔ اور جو شخص شب قدر میں خصوصیت کے ساتھ ذکر الٰہی میں مشغول رہے گا، اس کے تمام گذشتہ گناہوں کی مغفرت ہو گی۔"

حدیث نمبر ۳

" عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اِذَا کَانَ اَوَّلُ لَیْلَةٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ صُفِّدَتِ الشَّیَاطِیْنُ وَ مَرَدَةُ الْجِنِّ وَ غُلِّقَتْ اَبْوَابُ النَّارِ فَلَمْ یُفْتَحْ مِنْهَا بَابٌ وَ فُتِحَتْ اَبْوَابُ

الْجَنَّةِ فَلَمْ يُغْلَقْ مِنْهَا بَابٌ وَيُنَادِي مُنَادٍ يَا بَاغِيَ الْخَيْرِ أَقْبِلْ، وَيَا بَاغِيَ الشَّرِّ أَقْصِرْ وَلِلّٰهِ عُتَقَاءُ مِنَ النَّارِ وَذَالِكَ كُلَّ لَيْلَةٍ۔"

(رواہ الترمذی وابنِ ماجہ واحمد رحمہم اللہ)

اِس حدیث مبارک کا ترجمہ: ـــ "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسالتمآب حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: کہ جب رمضان المبارک داخل ہوتا ہے، تو شیطانوں اور سرکش جنوں کو ہتکڑیاں پہنائی جاتی ہیں، اور جہنم کے دروازے بند کیے جاتے ہیں۔ اُن میں سے (ماہِ رمضان المبارک کے آخری دن تک) کوئی دروازہ کھولا نہیں جاتا ـــ اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، اور ان میں کوئی بھی دروازہ (ماہِ رمضان المبارک کے آخری دن تک) بند نہیں کیا جاتا ـــ اور قدرت کی طرف سے آواز دینے والا (فرشتہ) یہ آواز دیتا ہے: کہ اے نیکیوں اور اچھے کاموں کے طلب گار! اور آگے بڑھ یہ وقت غنیمت جان لے ـــ، اور اے بُرے کاموں کے چاہنے والے! بُرے کاموں سے باز آجا، اس متبرک مہینے ماہ رمضان المبارک کی عزت و حُرمت کا خیال رکھ ـــ،، اور

بہت سے نیکوکار رمضان المبارک کی احترام کی بدولت جہنم سے چھٹکارا اور خلاصی پاتے ہیں۔ فرشتہ کی یہ آواز، اور جہنم سے خلاصی رمضان المبارک کی ہر رات میں ہوتی ہے۔"

(اس حدیث مبارک کی روایت حضرت امام ترمذی، حضرت امام ابن ماجہ اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ نے فرمائی ہیں۔)

حدیث نمبر ۲

" عَنْ عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما، انّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قَالَ الصِّیَامُ وَالْقُرآنُ یُشَفِّعَانِ لِلْعَبْدِ یَقُوْلُ الصِّیَامُ اَیْ رَبِّ اِنِّیْ مَنَعْتُہُ الطَّعَامَ وَالشَّھَوَاتِ بِالنَّھَارِ فَشَفِّعْنِیْ فِیْہِ وَیَقُوْلُ الْقُرْآنُ مَنَعْتُہُ النَّوْمَ بِاللَّیْلِ فَشَفِّعْنِیْ فِیْہِ فَیُشَفَّعَانِ۔" (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

ترجمہ :- " حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر رحمت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا : رمضان المبارک اور قرآن پاک با ایمانوں کو

شفاعت کریں گے (قیامت کے دن)۔" روزہ کہے گا: اے پاک پروردگار! میں نے اس بندہ کو دن میں کھانے اور خواہشات نفسانی سے روکا رکھا، تو آج میری شفاعت و سفارش اس (بندۂ روزہ دار) کے لئے قبول فرماؤ۔" اور قرآن پاک کہے گا: اے میرے پروردگار! میں نے آپ کے اس بندہ کو شبانہ نیند اور آرام سے روکا رکھا، تو آج میری شفاعت و سفارش اس کے بارہ میں قبول فرما۔" رحمۃ للعٰلمین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان دونوں (رمضان المبارک اور قرآن پاک) کی سفارش و شفاعت روزہ دار اور قرآن خوان کے لئے قبول ہوگی۔"

ماشاء اللہ! کتنے خوش نصیب اور سعادت مند ہیں وہ مسلمان جو اپنے نیک عملوں خاصکر روزہ اور قرآن خوانی سے اس مقدس اور بابرکت مہینہ رمضان المبارک کو خوش کرتے رہیں گے۔ انشاء اللہ رمضان المبارک اور قرآن پاک کی سفارش ان کے لئے قبول ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان نیک بندوں کی فہرست میں داخل کرے۔ آمین

۳

روزہ اور رمضان المبارک کا تعلق
اور
روزوں کی افادیت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یَاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ○ (سورۃ البقرہ ۱۸۳)

ترجمہ : " اے ایمان والو ! تم پر اگلے لوگوں کی طرح رمضان کا روزہ فرض کیا گیا ہے ۔ تاکہ تم پرہیز گار بن جاؤ ۔"

تشریح :۔ اس آیت کریمہ سے رمضان المبارک کے روزوں کی فرضیت ثابت ہوتی ہے ۔ اسلام کے پانچ بنیادی فرائض میں " صوم " رمضان المبارک ایک اہم بنیادی حکم ہے اس کا منکر کافر مطلق ہے ۔

۴

صوم کے لغوی و شرعی معنی

عربی زبان میں " صوم " کے معنی ایسی چیز سے رکنے کا نام ہے
جس کی طرف نفسِ انسانی کشش اور رغبت کرتی ہو، اور اہلِ عرب
سکوت اور خاموشی اختیار کرنے پر صَوم کا استعمال کرتے ہیں۔
چنانچہ حق تعالیٰ قرآنِ پاک میں حضرت مریم علیہا السلام سے حکایتہً
بیان فرماتا ہے:

اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ

"بے شک میں نے خدا تعالیٰ کے لئے منّت مانی ہے
صَوم "کی ۔ ؟ وہ یہ ہے کہ آج میں کسی سے بھی بات
نہ کروں گی بلکہ خاموش رہوں گی۔
علمائے اسلام نے صوم و روزہ کی مندرجہ ذیل لفظوں میں
تعریف کی ہے۔

" الامساك من الاكل والشرب بل كل ما
يدخل وعن الاتصال الجنسي من طلوع
الفجر الصادق الى غروب الشمس ۔" (بالنیۃ)

شریعت اسلامی میں روزہ کے یہ معنی ہیں کہ نیّت کر کے صبح

صادق کے پھوٹنے سے آفتاب کے غروب ہونے تک کھانے پینے کسی تدبیر سے پیٹ میں کوئی چیز داخل کرنے اور اتصالِ جنسی (ہمبستری) سے پرہیز کرنا اور رُک جانا۔" اس تعریف سے کئی مسائل کا جواب بھی قدرتی طور پر سمجھ میں آجائے گا۔

رمضان المبارک کے روزے کی فرضیت سنہ ۲ ہجری میں ہوئی ہے۔ "صوم" کو رمضانؔ کے ساتھ کرنے کی خاص وجہ یہ ہے، کہ زمانۂ جاہلیت میں بھی یہ مہینہ (رمضان المبارک) نہایت مکرّم و محترم تھا۔ قریشؔ کے سرکردہ قبائل اس مہینہ میں عبادت اور توجہ الیٰ الحق کی طرف خصوصی میلان رکھتے تھے، خواہ اس کی حیثیت کچھ بھی ہو۔

چنانچہ عبد المطلب بن ہاشم کی عادت تھی رمضان المبارک شروع ہوتے ہی کوہِ حرا پر آتے تھے، اور وہاں مسکینوں اور محتاجوں کی امداد و اعانت کرتے تھے۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم بھی نبوّت سے پہلے کوہِ حرا پر عبادت کے لئے تشریف لاتے تھے، اور محتاجوں اور مسکینوں کے ساتھ ہمدردی فرماتے تھے۔ اغلب یہ ہے، جیسا کہ "واصل حلوانی مصری" کی تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہی رمضان المبارک کا مہینہ تھا۔ اور اس پر اور بھی قرائن ہے۔ پھر جب ربّ العزت

نے رمضان المبارک کے مہینے میں ہی روزے فرض کر لئے تو اس مقدس اور با برکت مہینے کی شان و عظمت اور بھی بڑھ گئی ہے کہ یہ افضل الشہور بن گیا ہے، یعنی سال بھر کے سب مہینوں سے بلحاظ اجر و ثواب زیادہ بہتر۔

۵

"رمضان" کا معنیٰ :-

رمضان "رمض" سے نکلا ہے جس کے معنی سخت گرمی کے ہیں، چنانچہ اہلِ عرب "رمض یومنا" اس وقت بولتے ہیں، جب کہ دن میں اور دنوں کے مقابلے میں زیادہ گرمی ہو۔ پس اس جملہ کا ترجمہ یہ ہوا کہ' ہمارا آج کا دن کل کے مقابلہ میں گرم تھا۔

اس طرح رمض کے معنی: " شِدَّۃُ وقع الشمس علی الرمل وغیرہ " یعنی: دھوپ کا ریت پر سخت اثر کرنا ہی اہلِ عرب "رمض الصیام" بھی بولتے ہیں۔ روزہ دار کی بھوک اور پیٹ کی گرمی بہت تیز ہو گئی ہے۔ یا یہ کہ رمضان سے روزہ دار کی پیاس اور گرمی مراد لی جائے۔

اس لحاظ سے رمضان کی رمضانات، رمضانون، ارمضہ،

ارمض، ارمضا آجائے گی۔

بہرحال "رمضان" کے لغوی اور شرعی معنیٰ میں مناسبت واضح ہوگئی ہے کہ روزہ دار کا پیٹ بھی بھوک و پیاس کی شدت سے سخت گرم ہو جاتا ہے۔ اس مقام پر محققین کے اور بھی خیالات ہیں، جن کو ہم اختصار کی غرض سے قلم انداز کرتے ہیں۔

۶۔ روزوں کی قدامت

اور

اقوامِ عالم میں اسکی اہمیت

روزہ، سب سے پہلے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت حوّا علیہا السلام پر کفارہ کے طور پر اس وقت فرض ہوئے جبکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو ایک مخصوص درخت کے قریب ہونے سے منع فرمایا تھا۔ مگر وہ دونوں بتقاضائے بشریت یا اجتہادی فکر ونظر کی وجہ سے اس درخت کے نزدیک ہو گئے۔ پھر ان پر کفارہ کے طور پر حق تعالےٰ نے روزے فرض کئے۔ پھر اس وقت

سے برابر ان کی اولاد پر روزہ کا سلسلہ قائم رہا۔

توراۃ میں کئی جگہوں پر روزہ کا ذکر آیا ہے۔ حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیان میں چالیس روزے رکھے گئے — ہندوؤں میں برت رکھنے کا عام دستور ہے۔ آریہ لوگ بھی خاص وقتوں میں روزے رکھتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ نیویارک میں ایک شخص گھٹیا کے مرض میں مبتلا تھا تو اس نے چالیس دن روزہ رکھا، اس سے اس کی گھٹیا کی بیماری دور ہو گئی۔

علامہ واصل حلوانی مصری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

" وَکذالک فی امریکہ الشمالیہ یُقدِّسونَ الصوم وَیعدّونہٗ مِنْ انواع الرِّیاضۃ البدنیہ النبیلۃ .... الخ

کہ، " شمالی امریکہ کے سُرخ قسم کے لوگ " صَومَ " کی بہت عزّت کرتے ہیں، اور وہ لوگ اِسے بدنِ انسانی کے لئے بہترین ورزش قرار دیتے ہیں.... "

موصوف اپنی کتاب " الصوم " میں لکھتے ہیں

" ان طبیبًا امریکًا یسمّٰی کارلوخاطب قومہ ناصِحًالھم بالامتناع عن الطعام مدۃ کل

عامٍ سواءٌ كان غنيًا او فقيرًا لِانّ الجراثيم مَادامت تجد الطعام امامها متوفرًا في جسم النسان .... الیٰ الآخر

اس عبارت کا ترجمہ اس طرح ہے :۔

" ڈاکٹر کارلو (جو امریکہ کا رہنے والا ہے) نے اپنی قوم کو نصیحت کے طور پر کہا : کہ تم لوگ ہر سال، خواہ تم مالدار ہو یا مسکین، کچھ مدت کے لئے کھانا، پینا چھوڑا کرو۔ اس لئے کہ جب جراثیم جسم انسانی میں اپنے سامنے کھانے پینے کی چیزیں بہت زیادہ پاتے ہیں، تو وہ جراثیم بڑھتے اور زیادہ ہوتے رہتے ہیں، بندش (صوم) سے وہ ڈھیلے اور کم ہو جاتے ہیں جس سے انسان سخت تکلیفوں سے محفوظ رہتا ہے۔"

پھر موصوف نے دین اسلام کی تعریف کی۔ اور کہا : کہ یہ (اسلام) تمام آسمانی دینوں میں زیادہ محفوظ دین ہے جس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ اس نے انسانی جسم کی ظاہر و باطن کی صحت محفوظ رکھنے رکھنے کے لئے روزہ فرض کئے۔"

ایک طرف آپ ڈاکٹر کارلو صاحب کی یہ رائے ملاحظہ فرمایئے دوسری طرف ہمارے مسلمانوں بھائیوں کی حالت ملاحظہ ہو کہ وہ کس بے حیائی و بے شرمی کے ساتھ رمضان المبارک میں بازاروں، ہوٹلوں

اور چوراہوں میں کھاتے پیتے رہتے ہیں ـــ یہ روشن خیالی نہیں، یہ ذہنی اختلاط، بے غیرتی اور انتہائی نادانی ہے۔

بہر حال روزوں کے بے شمار فائدے ہیں۔ جن میں سے چند ایک یہ ہیں :۔

● ۱۔ کھانا، پینا اور ظاہری لذتوں کے کچھ دیر چھوڑنے سے قوت بہیمیت کا زور گھٹا کر قوتِ جسمانی و ایمان حاصل ہوتی ہے۔

● ۲۔ تزکیہ نفس اور روحانی قوت کے حصول کے لئے اکسیر اعظم ہے۔

● ۳۔ انسان روزہ رکھکر دوسرے غریبوں اور مفلوک الحال انسانوں کی سختی و مصیبت کا صحیح اندازہ لگاکر بنی نوع انسانوں سے عملی ہمدردی کرنے لگتا ہے۔

● ۴۔ روزہ سے انسان میں بردباری اور نرمی کی عادت پیدا ہوتی ہے۔

● ۵۔ خداوند تعالیٰ جل شانہٗ اور اس کے فرشتے کھانے پینے سے پاک ہیں۔ اس لئے انسان روزہ سے ربانی صفت اور ملکوتی وصف کے ساتھ آراستہ ہو جاتا ہے

● ۶۔ روزہ سے انسان کے سوچنے، سمجھنے اور عملی قوت میں عزیمت اور پختگی آجاتی ہے۔

۷۔ جس طرح جسم انسانی کا ظاہری حصہ نہانے اور صاف رکھنے سے مختلف بیماریوں کے حملوں سے محفوظ رہتا ہے۔ اسی طرح انسان کا باطن اور اندرونی حصہ روزہ داری سے پاک اور صاف ہو جاتا ہے اور انسان کی انتڑیوں میں جو سخت غذائی اجزاء جمے ہوئے ہوتے ہیں، جس کی وجہ سے اُسے کبھی ہولناک تکلیف کا سامنا اور بیماریوں میں مبتلا ہونا پڑتا ہے، روزوں سے اس کی انتڑیاں صاف و پاک ہو جاتی ہے۔

۸۔ روزہ سے دوسرے کئی اور سخت بیماریوں سے آدمی کو نجات ملتی ہے۔"

چنانچہ حامدی البدری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"من فوائد الصیام تخفیفُ الجسم وھبوطُ وزنہٖ قلیلاً فی تخفیفُ الجسم نفعًا کبیرًا لسائر الناس لاحتراق الشحوم وھی التی تجرّ الی امراض خطیرۃ فاذا تشحم القلبُ ذاد سِمنہٗ وَضعف عن اداءِ عملہ، وَکذالک الکلی والکبدُ فان شحمھا یجوالیٰ امراض عُضالۃ۔" (الصوم)

ترجمہ:۔ "روزہ کا ایک فائدہ یہ ہے کہ اس سے جسم کچھ دُبلا

ہو جاتا ہے اور اس کا وزن کم ہو جاتا ہے جیسے فالتو چربی پگھل جاتی ہے۔ ورنہ اگر قلب کے گرد چربی زیادہ ہو جائے تو وہ اپنا واجبی کام کرنے سے عاجز ہو جائے گا۔ اسی طرح گردوں اور جگر کی فالتو چربی ختم کرنے کے لئے روزہ اکسیر ہے، ورنہ ان کے زیادہ مُجرّب ہونے سے مہلک امراض پیدا ہونے کا فوری امکان ہے۔

بہرحال روزوں کے ہزاروں فائدے ہیں۔ اللہ جل شانہ نے جو احکام ہم پر فرض کئے ہیں ان میں ہمارے لئے فائدوں میں سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ حضرت رحمٰن جل شانہ کے احکام کی تکمیل ہوتی ہے۔ اور اسکی رضامندی حاصل ہوتی ہے اسکے احکام کی تکمیل نہ کرنے سے وہ ناراض ہوتا ہے اور اللہ کی ناراضگی دُنیا و دین کی تباہی کا موجب ہے۔

اس لئے اے مسلمان بھائیو! ہمیں چاہیے کہ رمضان المبارک میں روزہ رکھکر تزکیۂ نفس، روشن ضمیری، ملکوتی قوّت، روحانی ترقی، صفات قدّسیہ، قربِ ربّانی، خوشنودیٔ حضرتِ نبیٔ رحمت صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم، سعادتِ ابدی اور دیدارِ الٰہی حاصل کیا کریں۔

صوم رمضان

کی

مزید خصوصیت

قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ اُعطِیتُ اُمَّتِی خَمسَ خِصَالٍ فِی رَمَضَانَ لَم تُعطھن اُمَّۃ قبلھم :-

- (۱) - خلوف فم الصّائم اطیب عند اللّٰہ مِن ریح المسک ،
- (۲) - وَتستغفر لھم الحیتانُ حتّٰی یُفطِرُوا ،
- (۳) - وَیزین اللّٰہ عزّ وجلّ کل یوم الجنّۃ ثم یقول یوشک عبادِیَ الصّالِحُون اِن یلقوا عنھم المؤنۃ وَیصیروا الیک ،
- (۴) - وَیصفّدُ مردۃ الشیاطین فلا یخلصو فیہ الٰی ما کانوا یخلصون الیہِ فی غیرہ ،

● (۵)۔ وَلغفرلهُمْ فِیْ اٰخرلیلۃٍ قیل یا رسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہ عَلَیہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ! قَالَ لَا وَلٰکِن العَامِلِ اِنَّمَا یُوَفّٰی اِذَا قضی عملہٗ ۔"

(رواہ احمدؒ والبزارؒ وغیرہ)

ترجمہ: "حضور اکرم حضرت محمد مصطفٰے احمد مجتبیٰ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ مقدس ہے: کہ

میرے اُمتیوں کو رمضان المبارک کے روزوں کے عوض ایسی پانچ چیزیں خداوند تعالیٰ جلّ شانہٗ کی طرف سے عطا ہوئی ہیں جو پہلی اُمتیوں کے روزہ داروں کو عطا نہیں تھیں:۔

● ۱۔ "روزہ دار کے منہ کی بُو (خوشبُو) جو بھوک کی حالت میں اس کے منہ سے آتی ہے وہ خداوند قدوس کے نزدیک "نافہ" سے بھی زیادہ پسندیدہ اور محبوب ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللّٰہ تبارک و تعالےٰ اس بُو (خوشبُو) کا بھی بدلہ ثواب، خوشبُو سے قیامت کے دن عطا فرمائیں گے۔"

مگر افسوس! کہ ہم ظاہری عطر و خوشبُو کا تو بہت خیال رکھتے ہیں۔ مگر اس حقیقی ثواب و خوشبُو کا کوئی اہتمام نہیں کرتے جو بواسطہ پیغمبرِ کریم حضرت سیّدُ المرسلین صلی اللّٰہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم ہم کو عنایت فرمائی ہے۔

اے حافظ مسکین چہ کنی مشکِ ختن را
از گیسوئے احمد بشان عطرِ عدن را

● ۲ - دوسری خصوصیت جو اُمّتِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے روزہ داروں کو عنایت ہوئی ہے۔ یہ ہے کہ دریاؤں کی مچھلیاں اُن کے لئے افطار کے وقت تک استغفار کرتی رہتی ہیں۔"

مطلب یہ کہ روزہ دار کو روزہ داری کی برکت اور فضیلت سے اتنا قرب حاصل ہوتا ہے کہ دریاؤں کی مخلوق بھی روزہ دار کے لئے دُعائے مغفرت کرتی ہے۔ یہ اس کی محبوبیت اور سعادت کی دلیل ہے۔

● ۳ - تیسری خصوصیت یہ ہے کہ جنّت روزہ دار کے لئے آراستہ و پیراستہ کی جاتی ہے۔"

قاعدے کی بات ہے کہ جس کو جہاں جانا ہوتا ہے، اُس کی شان کے مطابق اس کے لئے وہاں اہتمام و انتظام کیا جاتا ہے۔ چونکہ باایمان اور مومنین کا اصل مقام جنّات النعیم ہے، اس لئے اس کے احترام میں بہت ہی جنّت سجائے جاتے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ الْجَنَّةَ الْفِرْدَوْسَ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنَ النَّارِ ۔

۴ - چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ رمضان المبارک میں سرکش شیاطین بند کئے جاتے ہیں تاکہ روزہ داروں اور نیکوکاروں کو بہکا وا میں نہ لاسکیں۔ اور جو اپنی بدکاری اور نافرمانی کی وجہ سے شیاطین کو بھی بہکائے اور مشورہ دے تو اس کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ وہ کس طرح بہک جاتا ہے "

۵ - پانچویں اور آخری خصوصیت یہ ہے کہ رمضان المبارک کی آخری رات میں تمام روزہ داروں کی مغفرت کی جاتی ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے عرض کیا : یارسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم، کیا اس سے رمضان المبارک کی آخری مراد ہے ؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، "نہیں !" یہ انعام تو ختم رمضان المبارک کا ہے۔"

قاعدہ ہے کہ مزدور کو مزدوری اس وقت ملتی ہے جب وہ اپنا کام پورا کرے — چونکہ آخر رمضان المبارک میں روزہ دار کا عمل اور کام پورا ہو جاتا ہے، اس لئے ربّ الجلیل جلّ شانہٗ اس کے (روزہ دار جس نے احکام کے مطابق رمضان المبارک کو اختتام تک پہنچایا) گناہوں کی مغفرت فرماتا ہے

بزرگو اور عزیزو ! ایک طرف رمضان المبارک کے یہ

فضائل وخصوصیّات اور دوسری طرف سے ہماری بے باکی و بے حیائی کہ رمضان المبارک کے دلوں کا احترام و عزت توڑ کر گلیوں، بازاروں اور ہوٹلوں میں بیٹھ کر بندگانِ خدا کے سامنے کھانا، پینا اور روزوں کا مذاق اڑانا اپنی حماقت و جہالت کا پورا ثبوت دینے کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔

روزوں کی فضیلت و اہمیت اور اس کے فوائد ہم بار بار لکھتے اور کہتے آئے ہیں ـــ مگر افسوس ہے کہ اب کھلے بندوں مسلمان "صومِ رمضان" کی نعمت و سعادت سے محروم ہوتے جاتے ہیں۔ حالانکہ سابقہ حکیموں اور موجودہ زمانہ کے محققین کا خیال ہے کہ انسانی جسمِ صحت کے لئے صوم اور روزہ داری کے برابر کوئی اور دوسری چیز مفید نہیں ـــ اس سلسلے میں آج ہم اسکی اہمیّت پر روشنی ڈالنا چاہتے ہیں۔

❖

۶

روزوں کی قدامت اور اقوام عالم میں اس کی اہمیت

روزہ سب سے پہلے حضرت آدم علیہ الصّلوٰۃ والسلام اور حضرت حوّا علیہا السلام پر کفارہ کے طور اس وقت فرض ہوئے جبکہ خداوند تعالیٰ نے انکو ایک مخصوص درخت کے قریب ہونے سے منع فرمایا تھا مگر وہ دونوں بتقاضائے بشریت یا اجتہادی فکر ونظر سے اس درخت کے قریب ہو گئے، پھر ان پر کفارہ کے طور پر حق تعالیٰ نے روزے فرض کئے۔ پھر اس وقت سے برابر اُن کی اولاد پر روزہ رکھنے کا سلسلہ قائم رہا۔

- توراۃ میں کئی جگہ پر روزہ کا ذکر آیا،
- حضرت مسیح علیہ الصّلوٰۃ والسلام نے بیابانوں میں چالیس دن کے روزے رکھے۔
- ہندوؤں میں برت رکھنے کا خاص دستور ہے۔ جبکہ آریہ لوگ بھی خاص وقتوں پر روزہ رکھتے ہیں۔

۷

مسائلِ الصوم

روزوں کے ضروری مسائل

● ۱ = بھول کر کھانے پینے یا جنسی تعلقات (اپنی بیوی سے ہمبستری کرنے) سے روزہ نہیں جاتا ہے۔ اگرچہ بھول کر پیٹ بھر کھا پی لے تب بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔ مگر یاد آنے پر فوراً کھانا پینا بند کرنا چاہیے۔

● ۲ = کسی شخص کو بھول کر کچھ کھاتے پیتے دیکھا جائے تو اگر وہ اس قدر طاقتور ہے کہ روزہ سے زیادہ تکلیف نہیں ہوتی تو اُسے روزہ یاد دلانا واجب ہے، اور اگر وہ اتنا کمزور ہے کہ روزے سے تکلیف ہوتی ہے تو اسے (روزوں کا) یاد نہ دلاوے، بلکہ اسے کھانا پینا دیوے۔ (بہشتی زیور)

● ۳ = دن میں خواب احتلامی سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

● ۴ = دن کو سرمہ لگانا، بالوں میں تیل لگانا، خوشبو سونگھنا درست ہے اس سے روزہ میں کسی قسم کا کوئی نقصان نہیں ہوتا

گو سرمہ لگانے کے بعد تھوک میں، رینٹھ میں سرمہ کا رنگ دکھائی دے۔

۵ = اسی طرح سارے دن مسواک کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا مگر میٹھی قسم کی مسواک کرنے سے روزہ میں کراہت ہوتی ہے۔

۶ = گلاب، پھول وغیرہ کا اور خوشبو کا سونگھنا درست ہے۔

۷ = تھوک نگلنے سے روزہ نہیں جاتا چاہیے جتنا بھی ہو۔

۸ = خود بخود قے آنے سے روزہ نہیں ٹوٹ جاتا، خواہ کم ہو یا زیادہ۔

۹ = اگر اپنے اختیار سے قے کرے اور منہ بھر کے ہو تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اور قے منہ بھر کے نہ ہو بلکہ تھوڑی ہی ہو۔ تو اس صورت میں بھی خود قے کرنے سے روزہ برقرار رہتا ہے۔ (درِ مختار)

" اَمَّا لَوْ دَخَلَ حَلْقَهٗ دُمُوْعُهٗ اَوْ عَرَقُهٗ اَوْ دَمُ رُعَافِهٖ اَوْ مَطَرٌ اَوْ ثَلْجٌ فَسَدَ صَوْمُهٗ " (حواشی کنز)

یعنی: " اگر روزہ دار کے گلے میں آنسو یا اس کا پسینہ یا نکسیر کا خون یا بارش کے قطرے یا برف داخل ہو جائے

تو اس سے روزہ جاتا رہے گا۔ "

- ۱۰ = دستوری لینے، ناک کے اندرونی حصے میں حلق کی طرف دوائی ڈالنے، کان میں دوائی یا تیل ڈالے جو پیٹ یا دماغ کے اندر پہنچ جائے ۔ ان تمام صورتوں میں روزہ ٹوٹ جاتا ہے ۔

- ۱۱ = البتہ کان میں پانی ڈالنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے ۔ (فی در المختار، حواشی کنز الدقائق)

- ۱۲ = جو کوئی رمضان المبارک میں قصداً کوئی شے پیئے یا کسی سے صحبت کی، یا قصداً دوائی پی لی جائے ۔۔ تو ان تمام صورتوں میں روزے جاتے رہے گے، تو پھر اس کی قضاء اور کفارہ ادا کی جائے ۔

- ۱۳ = روزہ (جو ٹوٹ جائے) کا کفارہ یہ ہے : کہ

• ۔ ایک غلام آزاد کرے ۔ • اگر انسان اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو پھر لگاتار اور پورے تسلسل کے ساتھ دو ماہ (ساٹھ دن) روزہ رکھ لیں ۔ • اگر اُسے اس کی بھی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت (سحری و افطار) کا کھانا کھلائے ۔ یا ایک ہی آدمی کو دو وقت کا کھانا متواتر ساٹھ دن (دو ماہ) تک اپنی وسعت کے مطابق کھلاتا رہے (شرح النقایہ)

● ۱۴ = اِن مرّزوں کے باعث روزہ رکھنا جائز نہیں ہے: کہ

● ۔ کسی کا بیمار ہونا، ●۔ سفر میں ہونا، ●۔ عورت کا حاملہ ہونا، دودھ پلانے والی ماں (جبکہ روزہ رکھنے سے دودھ پلانے والی عورت کا دودھ اتنا کم ہو جائے کہ اس کے شیرخوار بچے کے صحت پر بُرا اثر پڑ جانے کا اندیشہ ہو)، ●۔ سخت بھوک یا پیاس کا غلبہ ہو جائے کہ جان جانے کا احتمال رہے،

●۔ عورت کو حیض و نفاس کے ایام (ماہواری) عاض ہو،

●۔ بہت بوڑھا (مرد) یا بوڑھیا (عورت) ہو، جن کو "فانی یا شیخہ فانیہ کہتے ہیں۔

● ۱۵ = عذر والوں (مرد یا عورت) پر فرض ہے کہ جب اُن کے عوارض، جیسے بیماری، حیض، نفاس وغیرہ دُور ہو جائیں تو اُن دنوں کی قضا کر لیں۔ جن میں انہوں نے روزہ نہیں رکھا۔

● ۱۶ = جب مسافر کسی جگہ پندرہ (۱۵) دن یا اس سے زیادہ دنوں کے لئے ٹھہرنے کی نیّت کرے تو اس کے لئے کسی بھی حال میں (مرد یا عورت) روزہ چھوڑنا درست نہیں۔ (کتبِ فقہ)۔ ❁

۸

فدیہ دینے کے ضروری مسائل

مسئلہ :- جو اتنا بوڑھا ہو گیا ہو کہ اب روزہ رکھنے کی طاقت اس میں نہ رہی ہو۔ یا اتنا بیمار ہے کہ اب اچھا ہونے کی امید نہ ہو، وہ ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کو صدقۂ فطر کے (غلہ یا اسکی قیمت) دیدے، یا صبح و شام پیٹ بھر کے اس کو کھانا کھلائے شرع میں اس کو "فدیہ" کہتے ہیں۔ (شرح التنویر ج ۲ ص ۱۶۴)

مسئلہ :- اگر وہ گیہوں تھوڑے تھوڑے کر کے کئی مسکینوں میں بانٹ دے تو بھی درست ہے۔ (شامی)

مسئلہ :- اگر پھر کبھی اس میں طاقت آگئی یا بیماری سے شفاء پائی تو سب روزے قضاء رکھنے پڑیں گے، اور جو فدیہ اس نے دیا ہے اس کا ثواب بھی ملے گا۔ (فتاویٰ ہندیہ)

مسئلہ :- کسی کے ذمہ کئی روزے قضاء تھے۔ اور مرتے وقت اس نے وصیت کی، کہ میرے روزوں کے بدلے فدیہ دے دینا۔ تو اس کے مال میں سے اس کا ولی دے دے۔ اور کفن و دفن کے بعد جتنا مال بچے اس کے ایک تہائی (⅓) میں سے اگر سب نکل آئے

تو دینا واجب ہوگا۔ (شامی)

مسئلہ :۔ اگر اس نے وصیّت نہیں کی مگر ولی نے اپنے مال سے فدیہ دے دیا تب بھی اللہ تبارک و تعالیٰ جل شانہٗ سے اُمید رکھے کہ قبول کرلے، اور اب روزہ داروں کا مواخذہ نہ کرے وصیّت کئے خود مُردے کے مال سے فدیہ دینا جائز ہے۔

ہاں! اگر اس کے سب وارث اپنی خوشدلی سے راضی ہو جائیں گے تو ایسی صورت میں فدیہ دینا درُست ہے۔ لیکن نابالغ وارث کی اجازت کا شرع میں کچھ اعتبار نہیں، بالغ وارث اپنا حصّہ جدا کر کے اس میں دیں تو درُست ہے۔ (درمختار)

مسئلہ :۔ اگر کسی کی نمازیں قضا ہوگئیں اور وصیت کی کہ میری قضا نمازوں کے بدلے میں فدیہ دے دینا۔ تو اس کا بھی وہی حکم ہے (شرح تنویر)

مسئلہ :۔ ہر وقت کی نماز کا اتنا ہی فدیہ ہے جتنا ایک روزہ کا ہے۔ اس حساب سے دن رات کے پانچ فرض اور وتر کی طرف سے ایک چھٹانک کم پونے دو سیر گیہوں کے حساب سے روپیہ (گیہوں کی قیمت) دیدے۔ مگر کل پورے گیارہ سیر گیہوں دیدے۔ (درمختار)

مسئلہ :۔ کسی کے ذمہ زکوٰۃ باقی ہے، ابھی ادا نہیں کی۔ تو وصیت کر جانے سے اس سے بھی ادا کرنا وارثوں پر واجب ہے

اور اگر وصیّت نہ کی اور وارثوں نے اپنی خوشی سے دے دی تو زکوٰۃ ادا نہیں ہے۔ (ہدایہ)

مسئلہ :- اگر ولی مُردے کی طرف سے قضائ روزے رکھے یا اس کی طرف سے قضائ نمازیں پڑھ لے۔ تو یہ درُست نہیں یعنی اس کے ذِمہ سے نہ اتریں گے ۔ (ہدایہ)

مسئلہ :- بے وجہ رمضان المبارک کا روزہ چھوڑنا درُست نہیں یعنی ایسا کرنا بڑا گناہ ہے اور یہ نہ سمجھے کہ اس کے بدلے ایک روزہ قضائ رکھوں گا۔ کیونکہ حدیث مبارک میں آیا ہے کہ رمضان المبارک کے ایک روزے کے بدلے میں اگر سال بھر برابر روزے رکھے تب بھی اتنا ثواب نہ ملے گا جتنا رمضان المبارک میں ایک روزہ کا (ثواب) ہے۔ (ترمذی شریف)

مسئلہ :- اگر کسی نے شامتِ اعمال سے روزہ نہ رکھا، اور لوگوں کے سامنے کچھ کھائے یا پیئے، اور نہ ظاہر کرلے کہ آج میرا روزہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ گناہ ہے ۔ اگر سب سے کہہ دے تو دوسرا گناہ ہے۔ ایک تو روزہ نہ رکھنے کا اور دوسرا ظاہر کرنے کا۔ یہ جو مشہور ہے، کہ " خدا سے چوری تو بندے سے کیا چوری ۔"

یہ بات بالکل غلط ہے، بلکہ جو کسی عذر سے روزہ

اس کو بھی مناسب ہے کہ سب کے روبرو نہ کھائے اور نہ پیئے۔
(درمختار)

مسئلہ :- جب لڑکا یا لڑکی روزہ رکھنے کے لائق ہو جائیں، تو اُن کو بھی روزہ رکھنے کا حکم کرے۔ اور دس کی عمر ہو جائے تو مار کر روزہ رکھوائے۔ اگر سارے روزے نہ رکھ سکے تو جتنے روز روزے رکھ سکے رکھوا دے۔

مسئلہ :- اگر نابالغ لڑکا یا لڑکی روزہ رکھ کر توڑ ڈالے تو اس کو قضا نہ رکھوائیے۔ البتہ اگر نماز کی نیت کر کے توڑ ڈالے تو اس کو دھرائے۔ (شامی ج ۲، ص ۱۲۷)

۹

روزہ کی نیت

نیّت کہتے ہیں دل کے قصد اور ارادہ کو، زبان سے کچھ کہے یا نہ کہے ۔ روزہ کے لئے نیت شرطِ اوّل ہے ۔ اور نہ روزہ کا ارادہ نہ کیا اور تمام دن کچھ کھایا یا پیا نہیں تو روزہ نہ ہوگا ۔

مسئلہ :۔ رمضان المبارک کے روزے کی نیّت رات سے کرلینا بہتر ہے، اور اگر رات کو نہ کی ہو تو دن کو بھی زوال سے ڈیڑھ گھنٹہ پہلے تک کرسکتا ہے ۔ بشرطیکہ کچھ کھایا پیا نہ ہو ۔

مسئلہ :۔ کھجور اور خرما سے روزہ کھولنا (افطار کرنا) افضل اور بہتر ہے، یا کسی اور دوسرے چیز سے افطار کریں تو اس میں بھی کوئی کراہت نہیں ۔ افطار کے وقت یہ دُعا پڑھنا مسنون ہے :

"اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ"

اور افطار کے بعد یہ دُعا پڑھیئے :

"ذَھَبَ الظَّمَاُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْ شَاءَ اللّٰہ ۔ (پیاس جاتی رہی اور رگیں تر ہوگئیں اور ان شاء اللہ روزہ کا ثواب یقینی ہوگیا ۔)

۱۰

تراویح و وتر

۱۔ رمضان المبارک میں عشاء کے فرض اور سنّت کے بعد بیس رکعت سنّت مؤکدہ ہے۔

۲۔ تراویح کی جماعت سنّت علیٰ الکفایہ ہے۔ محلہ کی مسجد میں جماعت ہوتی ہو تو کوئی شخص علیحدہ اپنے گھر میں اپنی تراویح پڑھ لے تو سنّت ادا ہو گئی۔

۳۔ اگر ایک حافظ قرآن ایک مسجد شریف میں بیس رکعت تراویح پڑھ چکا ہے، پھر اس کو دوسری مسجد میں اسی رات تراویح پڑھانا درست نہیں۔

۴۔ جس شخص کی چار رکعت تراویح رہ گئی ہوں تو جب امام صاحب وتر کے لئے جماعت کرائے اس کو بھی جماعت میں شامل ہو جانا چاہیئے اور اپنی باقی ماندہ تراویح بعد میں پوری کر لے۔

۵۔ قرآن مجید کو اس قدر جلد پڑھنا کہ حروف کٹ جائیں بہت بڑا گناہ ہے۔ اس صورت میں نہ امام صاحب کو ثواب ہوگا اور نہ مقتدی صاحبان کو۔

۶۔ جمہور علمائے کرام کا فتویٰ یہ ہے کہ نابالغ کو تراویح میں امام بنانا جائز نہیں۔

تراویح کی مزید تحقیق

حدیث نمبر ۱

حضرت رسول کائنات جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے تراویح کی بیس رکعتیں پڑھی ہیں۔ لہٰذا آپ بھی پورے ایمان و احتساب سے بیس رکعتیں تراویح اور تین (۳) رکعات وتر پڑھا کیجئے ـــ اس سلسلے میں چند احادیث مبارکہ ملاحظہ ہوں :۔

"یُصَلِّی فِی رَمَضَانَ عِشْرِیْنَ رَکْعَۃً وَالْوِتْرَ۔"

یعنی :۔ "حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم رمضان المبارک میں بیس رکعت تراویح اور وتر پڑھتے تھے۔"

اس روایت کے ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ مصنف ہیں، حضرت امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے کبیر میں اور حضرت امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے مجمع صحابہ میں نقل کیا ہے۔ (مزید مطالعہ کے لئے ...

(حاجیہ آما صائم صہ ۲۶۶ کا مطالعہ فرمائیے)

• حدیث نمبر ۲

حافظِ حدیث حضرت ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام رافعی رحمۃ اللہ علیہ کے واسطے سے نقل کیا ہے،

"اَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ صَلّٰی بِالنَّاسِ عِشْرِیْنَ رَکْعَۃً لَیْلَتَیْنِ فَلَمَّا کَانَ فِی اللَّیْلَۃِ الثَّالِثَۃِ اجْتَمَعَ النَّاسُ فَلَمْ یَخْرُجْ اِلَیْہِمْ ثُمَّ قَالَ مِنَ الْغَدِ اِنِّیْ خَشِیْتُ اَنْ تُفْرَضَ عَلَیْکُمْ فَلَا تُطِیْقُوْنَہَا۔"

ترجمہ:- "رسالت مآب حضرت محمد مصطفٰے احمد مجتبٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے دو رات بیس بیس رکعتیں (تراویح کی) پڑھائیں۔ جب تیسری رات ہوئی تو لوگ جمع ہو گئے مگر حضور اکرم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم (مسجد شریف میں) تشریف نہ لائے۔ پھر صبح کو فرمایا: مجھے خیال ہو گیا، کہ تم پر فرض ہو جائے گی تو تم اس کو پورا نہ کرو گے۔"

اس حدیث مبارک کی روایت کی صحت پر تمام محدثین کرام کا اتفاق ہے۔ (دیکھو تلخیص الحبیر فی تخریج احادیث الرافع

الکبیر، اور دیکھو لوامع شرح صحیح بخاری)

اور اس حدیثِ مبارک کے ہوتے ہوئے بھی آٹھ رکعتیں کی رٹ لگانا کس قدر ناواقفیت اور بے علمی کی نشانی۔ پس دورِ فاروقی رضؓ میں فرضیت کا احتمال ختم ہوگیا۔ اس لئے انہوں نے اس سُنّت کو مسلمانوں کے واسطے ہمیشہ کے لئے زندہ کیا، جس پر عمل کرنا از روئے قرآن و حدیث فرض ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام خاص کر حضرات خلفاءِ راشدین رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین معیارِ حق ہیں۔

● حدیث نمبر ۳

"عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ"

یعنی:۔ "کہ میری سنّت اور میرے خُلفاء کی سنّت کو تھامے رکھو اور اس پر پورے طور پر عمل پیرا ہو۔"

"عضوھا بالنواجذ" اپنی ڈھاڑوں سے ان کی سنّت پکڑ لو۔" لہٰذا ایسے حدیثوں کے ہوتے ہوئے مسلمانوں کو بیس رکعات سے روکنا۔" ادئیت الذی ینھیٰ عبداً اذا صلیٰ" کا مصداق بن جانے کے مترادف ہے

اور کسی شخص کا یہ کہنا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما کی حدیث کی سند ضعیف ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ

یہ جواب اس وقت قابلِ قبول ہوتا جبکہ اس کے مخالف اور کوئی روایت ہوتی، وہ ہرگز نہیں — بلکہ تراویح کی بیس رکعت ہونے پر صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور ائمہ اربعہ رحمہم اللہ اجمعین کا اتفاق ہے۔

• حدیث نمبر ۴

علمِ حدیث کی مشہور کتاب بیہقی ہے۔ اس میں حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں:

"کُنَّا نَقُوْمُ فِیْ زَمَنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بِعِشْرِیْنَ رَکْعَۃً وَالْوِتْرِ"

یعنی:- "ہم لوگ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں بیس رکعت تراویح اور وتر پڑھتے تھے" (بیہقی ص ۲۹۶)

• حدیث نمبر ۵

"عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِیِّ اَنَّ عَلِیًّا دَعَا الْقُرَّاءَ فِیْ رَمَضَانَ فَاَمَرَ رَجُلًا اَنْ یُّصَلِّیَ بِالنَّاسِ عِشْرِیْنَ رَکْعَۃً وَکَانَ عَلِیٌّ یُوْتِرُ بِھِمْ"

(معرفۃ السنۃ للبیہقی و سنن ...)

ترجمہ :۔ "حضرت عبدالرحمٰن السلمی رحمتہ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رمضان المبارک میں قرآنِ پاک کے قاریوں کو بلا کر حکم دیا کہ وہ لوگوں کو تراویح کی بیس رکعتیں پڑھایا کریں۔ اور پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وِتر کی امامت خود فرماتے تھے۔" (دیکھو معرفتہ السنہ و سنن کبریٰ بیہقی)

علامہ ابن عبد البرؒ

مشہور حافظِ حدیث علامہ ابن عبدالبر رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "کہ صحیح یہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں تراویح بیس رکعت پڑھتے تھے۔" (مرقاۃ)

فتاویٰ علامہ ابن تیمیہؒ

حضرت امام ابن تیمیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امامت پر صحابہ کرام رضی کو جمع کیا تو وہ ان کو بیس رکعات تراویح پڑھاتے تھے۔ اور آگے فرماتے ہیں:

"فرای کثیرٌ مِن العلماءِ اِنَّ ذالکَ ھوالسُنَّۃ
لِاِنَّہٗ قامَ بین المھاجرۃ والانصار ولم
ینکرہٗ مُنکرٌ۔"

ترجمہ: "بے شک ثابت ہو گیا کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو رمضان المبارک میں بیس رکعت تراویح پڑھاتے تھے اور تین رکعت وتر پس قریب قریب سب ہی علمائے نے اس کو سُنّت قرار دیا کیونکہ مہاجرو انصار رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے موجودگی میں بیس رکعتیں پڑھائیں اور کسی بھی صحابی رضؓ نے اس پر انکار نہیں کیا۔"
—— (دیکھو! فتاویٰ ابن تیمیہؒ)

● حدیث نمبر ۶ "امام شعرانیؒ" صاحب کشف الغمہ

مشہور محدث حضرت امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کشف الغمہ میں فرماتے ہیں:۔

"ثُمَّ اِنَّ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اَمَرَ بفعلھا
ثلاثًا و عشرین رکعۃً ثلاثٌ مِنھا وتر واستقرَّ
الامرُ علیٰ ذالک فی الامصار۔"

فرماتے ہیں: پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیس

رکعات تراویح اور تین رکعتیں وتر پڑھنے پڑھانے کا حکم دیا ہے پھر ہم مسلمانوں کا عمل اسی کے مطابق رہا۔"

فالحمد للہ رب العلمین۔"

• حدیث نمبر ۷ مؤطا امام محمدؒ

مؤطا امام محمد میں حضرت امام محمد الحسن الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وبھذا ناخذ لان المسلمین قد اجمعوا علی ذالک وراوہ حسنا وقد روی عن النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم قال ماراٰہ المؤمنون حسنا فھو عند اللہ حسن"۔

ترجمہ:۔ مؤطا امام محمد میں حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "کہ ہم بھی تراویح کی بیس رکعات مانتے اور پڑھتے ہیں۔ کیونکہ مسلمانوں کا اسی پر اجماع و اتفاق ہو چکا ہے۔ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس چیز کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ رب العالمین کے نزدیک بھی اچھا اور پسندیدہ ہے۔

(اگلا صفحہ ملاحظہ ہو)

• حدیث نمبر ۸ ، بحوالہ المنتقیٰ مِن اخبار المصطفیٰ !

کتاب " المنتقیٰ مِن اخبار المصطفیٰ " میں ہے کہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین وغیرھم رمضان المبارک میں بشمول وتر تئیس ۲۳ رکعتیں پڑھتے تھے ۔ "

• حدیث نمبر ۹ ، حضرت عبد العزیز بن رافع رح

حضرت عبد العزیز بن رافع رحمۃ اللہ علیہ کی روایت سے ثابت ہے ، ملاحظہ ہو :

" کَانَ اُبَیُّ بنِ کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہُ یُصَلِّی بِالنَّاسِ فِی رَمَضَانَ عِشرِیْنَ رکعَۃً وَ یُوتِرُ ثَلَاثٍ ۔ " (اسنادہٗ مرسلٌ قوی)

یعنی :۔ " حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ رمضان المبارک میں مدینہ طیبہ میں بیس ۲۰ رکعات تراویح پڑھاتے تھے اور تین رکعت وتر ۔ " اس حدیث کی سند مرسل قوی ہے ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ رح ۲ ص ۳۹۳)

حدیث نمبر ۱۰ ، فتویٰ ابنِ تیمیہ رح

حضرت امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ، اہلحدیث کے امام فرماتے ہیں کہ "جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امامت کے لئے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو جمع کیا تو وہ ان کو بیس ۲۰ رکعات پڑھاتے تھے۔"
(بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ صـ ۲۹۲)

حدیث نمبر ۱۱ ،

"فیض الباری شرح صحیح بخاری" میں ہے:

"سَئَلَ ابو یوسفؒ اباحنیفۃ رحمہما اللہ تعالیٰ هل كَانَ لعُمَرَ رضی اللہ تعالیٰ عنہُ عهدٌ عَنِ النَّبِيِّ صلّی اللہ علیہِ وآلہٖ وسلَّمَ فِي عِشرِين رکعةً فقال له ابو حنیفة رحمةُ اللہ علیہِ لم یکن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہُ مُبتَدِعًا"
(فیض الباری شرح صحیح بخاری)

ترجمہ:۔ "حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا: کہ "کیا حضرتِ عمر فاروق

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیس رکعات تراویح کے لئے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی جانب سے کوئی عہد، کوئی قول و قرار تھا؟" حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی طرف سے ایجاد کرنے والے نہیں تھے۔ یقیناً اُن رضی کے پاس اس کا ثبوت تھا۔"

(فیض الباری شرح صحیح بخاری)

• حدیث نمبر ۱۲

شیخ الاسلام حضرت علامہ عینی رحمتہ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں: ملاحظہ ہو:۔

"کَانُوا یَقُومُونَ عَلٰی عَھْدِ عُمَرَ رضی اللہ تعالیٰ عنہُ بِعِشْرِیْنَ رَکْعَۃً وَ عَلٰی عَھْدِ عُثْمَانَ رض وَعَلِیٍّ رضی اللہ تعالیٰ عنہما مِثْلِہٖ۔"

یعنی:۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں بیس رکعت پڑھتے تھے، اور حضرت عثمان و حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے عہد (زمانۂ خلافت) میں بھی اسی طرح عمل ہوتا تھا۔" سند صحیح ہے

(عینی شرح صحیح بخاری شریف)

● حدیث نمبر ۱۳

عَنْ عطاءٍ قَالَ ادرکتُ النَّاسَ یُصلُّوْنَ ثَلٰثَ وَ عِشْرِیْنَ رَکعَۃً بِالْوِتْرِ۔" (رواہ ابن ابی شیبہ و اسنادہ حسن)

ترجمہ:۔ "حضرت عطاءؒ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ میں نے لوگوں کو تراویح کی نماز، وتر کے سمیت تئیس (۲۳) رکعت پڑھتے ہوئے پایا۔ تراویح کی بیسؔ اور وِتر کی تینؔ رکعات۔"
(اس حدیث کی سند حسن ہے)

● حدیث نمبر ۱۴

"عَنْ یحییٰ بن سَعِیْدٍ اَنَّ عُمَرَ رضی اللہ تعالیٰ عنہُ اَمَرَ رَجُلاً یُصلّیْ بِہِمْ عِشْرِیْنَ رَکعَۃً۔"
(رواہ ابوبکر بن ابی شیبہ)

ترجمہ:۔ "حضرت یحییٰ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے ایک شخص کو بیسؔ رکعت تراویح پڑھانے کا حکم دیا۔" (اس حدیث کی روایت مشہور محدث حضرت ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں کی ہے اور اس حدیث کی سند مرسل قوی ہے۔)

● حدیث نمبر ۱۵

"عَنْ عبد العزیز بن رفیع قَالَ کَانَ

اُبَی بن کعبٍ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ یُصلّیِ بالنّاسِ فی رَمضانَ بالمدِینۃِ عِشرِینَ رَکعۃً وَیُوتِرُ بثلاثٍ اَخرجہٗ ابوبکرِ بنِ ابی شیبۃ۔"

ترجمہ:۔ "حضرت عبدالعزیز بن رفیع رحمتہ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت ابیِ بنِ کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ایک مشہور صحابیؓ و قاری قرآن) مدینہ طیبہ میں نماز تراویح کی بیس اور وتر کی تین رکعتیں پڑھاتے تھے۔" (یہ حدیث سند کے لحاظ سے مُرسَل قوی ہے۔ اس کی روایت حضرت ابی شیبہ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں کی ہے)

حضرت ابو خصیب رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمیں حضرت سوید بن غفلہ رحمتہ اللہ علیہ رمضان المبارک میں پانچ تراویح بیس رکعات کے پڑھاتے تھے۔ اس کی سند حسن ہے اور اس حدیث کو حضرت امام بیہقی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں لائے ہیں۔

• حدیث نمبر ۱۶

" عَن نافع بن عُمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قالَ ابن ابی مُلیکۃ رَضی اللہ تعالیٰ عنہٗ یُصلّیِ بنا فی رَمضانَ عِشرِینَ رَکعۃً۔" (رواہ ابوبکر بن ابی شیبہ واسنادہ صحیح)

ترجمہ :۔ "حضرت نافع بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن ابی ملیکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہم کو ماہ رمضان المبارک میں تراویح کی بیس رکعتیں پڑھاتے تھے۔"

(اس حدیث کی اسناد صحیح ہے)

● حدیث نمبر ۱۷

"عَنْ سعيدِ بنِ عُبيدٍ اَنَّ عَلِيَّ بنَ ربيعةَ كانَ يُصلِّي بِهِمْ في رَمَضانَ عِشْرِيْنَ رَكعةً۔" (رواہ بن ابی شیبہ ، اسنادہ صحیح)

ترجمہ :۔ "حضرت سعید بن عبید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی بن ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ لوگوں کو رمضان المبارک میں بیس رکعت تراویح پڑھاتے تھے۔" (ابو بکر بن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو اپنی کتاب میں لایا ہے، اور اس کی سند صحیح ہے۔)

اسی طرح صاحب آثار المعانی یہ احادیث مختلف کتابوں سے نکال کر ایک جگہ جمع کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ان روایات میں سے بعض میں سے بعض میں کسی قدر ضعف بھی ہو، لیکن یہ سب روایتیں ایک دوسرے کی تائید کر رہی ہیں۔ اس لئے محدثانہ اصول کے لحاظ سے یہ قابلِ استدلال ہیں۔

حضرت امام ترمذی رحمتہ اللہ علیہ قیام ماہ رمضان المبارک فرماتے ہیں ۔ (ملاحظہ ہو بذیل حدیث مبارک)

حدیث نمبر ۱۸

" وَاخْتَلَفَ اَهْلُ الْعِلْمِ فِيْ قِيَامِ رَمَضَانَ فَرَائٰی بَعْضُهُمْ اَنْ تُصَلِّیَ اِحْدٰی وَ اَرْبَعِيْنَ رَكْعَةً مَعَ الْوِتْرِ وَهُوَ قَوْلُ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَالْعَمَلُ عَلٰی هٰذَا عِنْدَهُمْ بِالْمَدِيْنَةِ وَاَكْثَرُ اَهْلِ الْعِلْمِ عَلٰی مَارُوِیَ عَنْ عَلِیٍّ رضی اللہ تعالٰی عنہ وَغَيْرِهِمَا مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عِشْرِيْنَ رَكْعَةً ، وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِیِّ وَابْنِ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِیِّ : وَقَالَ الشَّافِعِیُّ هٰكَذَا اَدْرَكْتُ بِبَلَدِنَا بِمَكَّةَ يُصَلُّوْنَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَقَالَ اَحْمَدُ فِیْ هٰذَا الْوَانٌ وَلَمْ يَقْضِ فِيْهِ بِشَیْءٍ ۔ " (الترمذی)

ترجمہ :- " حضرت امام ترمذی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں : کہ اہلِ علم کا دربارہ تراویح میں اختلاف ہے ۔ بعض اہلِ علم وتر

سمیت اکتالیس (۴۱) رکعتیں پڑھتے ہیں، اہلِ مدینہ اسی پر عمل کرتے ہیں۔ اکثر اہلِ علم کا مسلک وہی ہے جو حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہم و دیگر اصحابِ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے ثابت ہے، وہ بیس رکعات تراویح پڑھتے تھے۔ اور فرماتے ہیں کہ یہی مذہب حضرت سفیان ثوریؒ، حضرت ابن مبارک اور حضرت امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم کا ہے۔ اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ میں نے مکّہ والوں کو اسی پر پایا (یعنی وہ تراویح کے بیس رکعات پڑھتے تھے)۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ تراویح کے رکعات کے بارے میں کوئی فیصلہ نہ دے سکتے صرف اتنا کہہ گئے کہ اس میں اختلاف ہے۔" (ترمذی)

اسی طرح "احیاء العلوم" میں ہے:۔

"وَھِیَ عِشْرُوْنَ رَکْعَۃً وَکَیْفِیَّتُھَا مَشْھُوْرَۃٌ وَھِیَ سُنَّۃٌ مُؤَکَّدَۃٌ ...... الخ"

● کہ تراویح بیس رکعات ہیں اور سب جانتے ہیں۔ اب جو کوئی اتنی حدیثوں کا انکار کرے، اور آٹھ ہی کی رٹ لگائے وہ اپنے انجام پر غور کرے۔

• حدیث نمبر ۱۹

حضرت علامہ ہمام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ سندِ صحیح سے ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مبارک عہد میں صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور تابعین عظام رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین تراویح کی بیس رکعتیں پڑھتے تھے۔ وہ سند مُؤطّا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

یزید بن رُومان رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے اور حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حضرت سائب بن یزید رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے: کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ مبارک میں ہم بیس رکعتیں تراویح کی پڑھتے تھے۔ اس حدیثِ مبارک کی سند کی تحقیق حضرت امام نودی شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب خلاصہ میں لکھی ہے۔

اسی بناء پر:

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ "لطائفِ قاسمی" میں فرماتے ہیں کہ "ہر چہ صحابہ رض بر آں مُواظبت فرمودہ باشد سُنّتِ مؤکدہ و بباشد۔"

"بقولِ علیہ السلام' علیکم بسنتی و سُنّۃِ

الخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ۔"

یعنی: "جس بات پر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے مواظبت اور پابندی کی ہے وہ سُنّتِ مؤکدہ ہوتی ہے۔ کیونکہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے کہ: میری سُنّت اور خُلفاءِ راشدین کی سنّت کو اپنے اُوپر لازم پکڑو۔"

اسی طرح ـــــ مراقی الفلاح میں فرماتے ہیں:

"اَلتَّرَاوِیْحُ سُنَّۃٌ مُؤَکَّدَۃٌ وَھِیَ عِشْرُوْنَ رَکْعَۃً بِاِجْمَاعِ الصَّحَابَۃِ بِعَشْرِ تَسْلِیْمَاتٍ کَمَا ھُوَ الْمُتَوَارَثُ۔"

ترجمہ:۔ "تراویح سنّت مؤکدہ ہے اور اجماع و اتفاق صحابہؓ کے عمل کے مطابق اسکی دس سلاموں سے بیس رکعتیں ہیں۔ یہ سلسلہ اُس عہد سے اس عہد تک ہمیشہ سے چلا آرہا ہے۔"

ہاں! اور دیکھئے: الاشباہ والنظائر میں لکھتے ہیں:

"وَالتَّرَاوِیْحُ عِشْرُوْنَ رَکْعَۃً بِعَشْرِ تَسْلِیْمَاتٍ۔"

یعنی: "تراویح کی بیس رکعتیں ہیں، دس سلاموں سے"

تکمیل عبادت

اور واضح رہے کہ جس روایت میں یہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہُ نے حضرت ابی بن کعب اور حضرت تمیم الداری رضی

اللہ تعالیٰ عنہم کو رمضان المبارک میں گیارہ رکعات تراویح پڑھانے کے لئے امام مقرر کیا ہے۔ یہ روایت بھی صحیح اور درست ہے۔ مگر یہ عہد فاروقیؓ کے ابتدائی زمانہ کا ذکر ہے۔ اور پھر جب کہ لوگوں نے اس میں دِقت محسوس کی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر بیس ۲۰ رکعات پڑھانے کا حکم دیا۔ کیونکہ قرأت بیس ۲۰ رکعتوں میں تقسیم ہونے کی وجہ سے عوام مسلمین نے سہولیت محسوس کی۔ لہذا روایات میں کسی قسم کا تعارض نہیں ہے۔ اور تعارض ہمارے فہم نارسا میں ہے۔

دین کے تمام احکام تدریجی صورت میں پیش کئے گئے اور پھر اُس وقت سے اس وقت تک تمام صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور تابعین نے تراویح کی بیس ۲۰ رکعتیں پڑھی ہیں کیونکہ ان کے سامنے حدیث :

" عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ ۔ "

کہ " اپنے اُوپر میری سُنّت، اور خلفاءِ راشدین رضؓ کی سُنّت لازم پکڑو۔ " اور فرمایا (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)

" عَضُّوْهَا بِالنَّوَاجِذِ " کہ داڑھوں سے اُن کی سنت پکڑو۔ "

باقی رہا، کسی کا یہ کہنا کہ بیسؔ رکعات کی حدیث ضعیف ہے تو اس سے کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ کیونکہ اس کے خلاف کوئی روایت ہی نہیں۔ بلکہ تراویح کا بیسؔ رکعات ہونا ایسا مُسلّم مسئلہ ہو گیا جس کی مثال بہت کم ملتی ہے۔ اور اُس وقت سے ہمارے عہد تک حرمین شریفین میں: "زادھما اللّٰہُ شرفًا وّ تعظیمًا" بیسؔ رکعات پڑھائی جاتی ہیں۔

اور یہ بات بھی یاد رکھیئے کہ بخاری شریف کی جس روایت میں آیا ہے: "کہ آپ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم آٹھ ۸ رکعتوں پر کچھ اضافہ نہیں فرماتے، اس سے تراویح مراد نہیں بلکہ "صلوٰۃ اللیل" نماز تہجد مراد ہے" کیونکہ اس حدیث میں رمضان اور غیر رمضان کا ذکر ہے۔

اللّٰہ تعالیٰ ہمارے دُوررس اور رمز شناس محدثین رح وفقہاء رح کا درجہ بلند فرمائے کہ انہوں نے تہجد (قیام اللیل) اور بحثِ تراویح کو جُداگانہ ابواب میں اسی لئے لایا تاکہ پڑھنے والے اچھی طرح سمجھ لیں۔ حدیث: "مَاکَانَ یَزِیْدُ الیٰ ..... الخ" کو تراویح سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

حدیث نمبر ۲۰

علامہ عینی رحمۃ اللّٰہ علیہ شرح صحیح

بخاری میں فرماتے ہیں: کہ

"تراویح بیس رکعتیں ہیں۔ حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ علیہ بھی یہی فرماتے ہیں: ان سب کی دلیل وہ روایت ہے جس کو حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے سندِ صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے کہ صحابہ کرام حضرت عمر فاروق رض، حضرت عثمان غنی رض، حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور حضرات تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین تراویح کی بیس رکعتیں پڑھتے تھے۔ پھر فرماتے ہیں "والافضل والسنتی" طریقہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ہے۔ (عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری)

تنبیہ!

اس مختصر تحقیق سے جہاں یہ بات یقین کے درجہ میں پہنچ گئی کہ بے شک تراویح کی بیس رکعتیں ہیں۔ بلا اختلاف وہاں یہ بات بھی روشن صحابہ کرام رض کا واجب الاتباع ہے اور یہ کہ ان کی پیروی سے دور ہونا ضلالت و گمراہی اور اس سے بڑھکر شقاوت و بدنصیبی یہ ہے کہ صحابہ کرام رض پر تنقید کی جائے بلکہ اس وقت تک کسی کو ایمان نصیب نہیں ہوگا، جب تک کہ وہ صحابہ کرام رض کو معیارِ حق قرار نہ دے۔ ہاں یہ بات خوب یاد رکھیئے۔

بہر حال! حضرت مولانا مفتی عبد العزیز گجراتی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

۱ = حضرت محمد بن کعب قرظی نے فرمایا: "کان النّاس یصلّون فی زمان عمرؓ بن الخطاب فی رمضان عشرین رکعۃ" یعنی: "حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں لوگ رمضان شریف میں بیس رکعات پڑھتے تھے۔" (قیام اللیل ص۹۱)

۲ = حضرت سعید بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: "ان علیّ بن ربیعۃ کان یصلی بہم فی رمضان خمس ترویحات ویوتر ثلاث۔" یعنی: "حضرت علی بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رمضان شریف میں پانچ ترویحات (بیس رکعت) پڑھاتے تھے اور تین وتر۔" اس کی سند صحیح ہے (آثار السنن)

۳ = علامہ سبکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ "ہمارا مسلک بیس رکعت تراویح سنّت ہونے کا ہے جو بسند صحیح ثابت ہے۔" (شرح المنہاج)

۴ = حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: "وھی عشرون رکعۃ یجلس عقب کل رکعتین ویسلم۔" یعنی: "اور وہ بیس رکعت ہیں ہر دو رکعت کے بعد بیٹھے اور سلام پھیرے .... وبنوی فی کل رکعتین اُصلّی رکعتی التراویح مسنونۃ" میں سنّت پڑھتا ہوں۔"

(غنیۃ الطالبین، ج ۲ ص ۱۱-۱۲)

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :۔

" التراویح وھی عشرون رکعۃ و کیفیتھا مشھورۃ وھی سنۃ موکدۃ "۔

یعنی :۔ " تراویح بیس رکعت ہے، اس کی کیفیت (طریقہ) معلوم ہے اور وہ سنت موکدہ ہے۔" (احیاء العلوم ج ۱، ص ۲۰۸)

" وقولہ عشرون رکعۃ بیان لکمیتھا وھو قول الجمھور و لما فی الموطا عن یزید بن رومان قال کان الناس یقومون فی زمن عمر بن الخطاب بثلث و عشرون رکعۃ "

ترجمہ :۔ " بیس رکعت جمہور علماء کا قول ہے۔ اس لئے کہ موطا میں ہے: حضرت یزید بن رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ لوگ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں (وتر سمیت) تئیس ۲۳ رکعتیں پڑھتے تھے۔"

حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں : کہ

" اس زمانے میں جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امامت کے لئے نامزد فرمایا حضرات صحابہ رض بکثرت موجود تھے، ان میں حضرت عثمان غنی، حضرت علی مرتضیٰ، حضرت ابن مسعود، حضرت عباس اور ان کے صاحبزادے

حضرت ابن عباس، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت معاذ رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور ان کے علاوہ سب ہی حضرات مہاجرین و انصار رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین موجود تھے۔ کسی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اعتراض نہیں کیا، اُن کی تردید نہیں کی، اور اس کو جاری اور رائج کیا اور ہمیشہ پابندی سے پڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف کی (ان کا شکریہ ادا کیا) اور اُن کے لئے دُعاءِ خیر کی (حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد فرمایا کرتے تھے): "اللہ تعالیٰ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ کی قبر کو نُور سے بھر دے، جیسے انہوں نےؓ نے ہماری مسجدیں روشن کیں۔"

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے: "کہ میرے طریقے (سُنّتِ مقدسہ) اور خلفاءِ راشدین رضا جو میرے بعد ہوں گے اُن طریقہ کو لازم پکڑو"۔ اور تراویح کی بلیسؓ رکعتیں ہیں۔

(مجالس الابرار ص ۱۸۷)

محدثین کرام کی مزید تحقیق

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ روایت، کہ: حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعتوں پر اضافہ نہیں کرتے تھے وہ نمازِ تہجد پر محمول ہے۔ کیونکہ بالاتفاق اُمّت غیر رمضان میں تراویح نہیں پڑھی جاتی ہے، کیونکہ تراویح وہ خاص عبادت ہے جس کا تعلق رمضان المبارک کی راتوں سے ہے۔ اس کے برخلاف نمازِ تہجد پورے سال شبانہ پڑھی جاتی ہے۔

اس لئے جیسا کہ ہم نے اُوپر لکھا ہے کہ محدثین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین نے اس روایت کو صرف نمازِ تہجد میں ذکر کیا ہے اور تراویح کی بحث علیحدہ مستقل ابواب میں کی ہے۔ اور بالفرض اگر کسی نے بطریق شاذ و نادر اس روایت کو بھی بحث تراویح میں لایا ہو، وہ قابلِ قبول نہیں ہے۔

چنانچہ شارح بخاری شریف محدّث علامہ شیخ شمس الدین کرمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" اَمَّا اَنَّ المُرادَ بِہِما صلوٰۃ الوتر والسُّوالُ والجوابُ یرُالّانِ عَلَیْہِ" کہ اس حدیث شریف میں تہجد مراد ہے۔ یعنی حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذکورہ بالا سوال اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا جواب تہجد کے متعلق تھا۔ آگے تحریر فرماتے تھے:

" اَوْ ھُوَ مُعَارِضٌ بِمَا رُوِیَ اَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ صَلّٰی بِالنَّاسِ عِشْرِیْنَ رَکْعَۃً لَیْلَتَیْنِ"۔

یعنی: " اگر تہجد مراد نہ ہو تو یہ روایت اس روایت سے معارض و متضاد ہوگی، جس میں یہ آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دو رات بیس بیس رکعتیں پڑھائیں"۔

" وَرِوَایَۃُ المُثْبِتِ مُقَدَّمَۃٌ عَلٰی رِوَایَۃِ النَّافِی"

اور تعارض کی صورت میں بیس رکعت والی روایت، جو مثبت ہے، مقدم ہوگی۔ کیونکہ اصولِ حدیث کی رو سے مثبت روایت نافی پر مقدم ہوتی ہے۔ اسی طرح شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" وصحیح آنست کہ آنچہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گزارد ہمہ تہجد بود کہ یازدہ رکعت باشد۔" (اشعۃ اللمعات)

ترجمہ: " اور صحیح یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم گیارہ رکعت وتر کے ساتھ پڑھتے تھے، وہ تہجد کی نماز تھی۔"

اسی قسم کی تحقیق تمام محدثین کرامؒ کی ہے۔ اور حرمین شریفین میں بھی اب تک بیس رکعتیں معمول تھا اور متوارث ہے۔

علاوہ ازیں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آٹھ رکعت والی حدیث سند کے لحاظ سے بہت کمزور ہے۔

ملاحظہ ہو!

اس سند میں ایک راوی ابن حمید رازی ہیں جن کے متعلق ناقدین حدیث فرماتے ہیں:

۱ = وَهُوَ ضَعِيفٌ : وہ ضعیف ہے۔ (حافظ ذہبیؒ)

۲ = كَثِيرُ الْمَنَاكِيرِ : بہت منکر حدیثیں بیان کرتا ہے۔ (یعقوب بن شیبہؒ)

۳ = فِيهِ نَظَرٌ : اس میں نظر (اعتراض) ہے (حضرت امام بخاریؒ)

۴ = كَذَّبَهُ أَبُو زُرْعَةَ : وہ جھوٹا ہے۔ (ابو زرعہؒ)

۵ = أَشْهَدُ أَنَّهُ كَذَّابٌ : میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ جھوٹا ہے۔ (اسحاق کوسجؒ)

۶ = لَيْسَ بِثِقَةٍ : معتبر نہیں ہے (امام نسائیؒ)

۷ = وَاللّٰهِ يَكْذِبُ : خدا کی قسم جھوٹا ہے (ابن خراشؒ)

اس حدیث کے دوسرے راوی یعقوب بن عبداللہ اشعری القمی کے متعلق بھی ملاحظہ فرماویں:

"لَیْسَ بِالقوی" : قوی نہیں ہے۔ (دارقطنی[۲])

تیسرے راوی عیسیٰ بن جاریہ کے متعلق :

۱ = عِنْدَہٗ مناکیرُ : اس کے پاس منکر حدیثیں ہیں (ابن معین)

۲ = مُنکرُ الحدیث : منکر الحدیث (النسائی[۲])

۳ = متروکٌ : متروک الحدیث ہے (النسائی[۲])

۴ = مِنَ الضُعَفاء : ضعفاء میں اس کا شمار ہے۔(میزان الاعتدال)

یہ آٹھ رکعت والوں کی علمی پونجی اور سرمایۂ فخر و مباہات ہے جس کی بناء پر بیس رکعات کی مخالفت فرماتے ہیں :

تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم

باقی بلوغ المرام میں خود اس کی تحقیق دیکھئے — ٭

نمازِ تراویح کے چند مزید مسائل

مسئلہ ! : امام صاحب نے غلطی سے سولہ رکعتوں کے بعد وِتر شروع کر دیئے اور اس میں مقتدی بھی تراویح کی نیت سے شامل ہوئے وِتر کے سلام کے بعد مقتدیوں نے کہا کہ امام صاحب نے غلطی کی، کہ تراویح کی صرف سولہ رکعتیں پڑھیں۔ لہذا امام صاحب اُٹھے انہوں نے تراویح کی باقی چار رکعتیں بھی پڑھیں۔

اب سوال یہ ہے کہ وِتر ہو گئی یا نہیں؟ امام صاحب کہتے ہیں کہ: وِتر احتیاطاً لوٹا لو کہ اس صورت میں پہلے وِتر معتبر نہ تھے تو امام صاحب نے دوبارہ وِتر پڑھائے۔

الجواب : یہ ہے کہ مذکورہ صورت میں امام صاحب کی پہلی وِتر نماز معتبر اور صحیح ہے، مگر مقتدیوں کی نہ پہلی وِتر معتبر ہے اور نہ دوسری وِتر۔ کیونکہ اُن کی پہلی مرتبہ میں وِتر کی نیت نہ تھی اور دوسری مرتبہ میں اگرچہ وِتر کی نیت تھی مگر وِتر پڑھے ہوئے کی اقتدار کی، اس لئے اُن کی یہ وِتر نماز بھی معتبر نہیں۔ (لہذا پھر سے پڑھیں)

(کبیری، بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ)

مسئلہ : کیا عورتیں نمازِ تراویح میں مردوں کی جماعت میں شامل

ہو سکتی ہیں۔؟

الجواب : عورتیں نمازِ پنجگانہ اور تراویح اور وِتر منفرداً یعنی تنہا پڑھیں، ان کے لئے جماعت کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ ہاں کہیں میت ہو اور کوئی مرد وہاں پر نہ ہو، جو اس کی نمازِ جنازہ پڑھائے تو اس صورت میں عورتیں اس میت کی نماز پڑھیں، اور اس نماز کی جماعت کر لیں۔ (در مختار وغیرہ)

مسئلہ : کسی محلہ کی مسجد میں آٹھ رکعت تراویح تک نمازی رہتے ہیں، پھر کم ہو جاتے ہیں تو کیا اس مسجد کو چھوڑ کر دوسری مسجد میں تراویح ادا کریں۔ تو کیا کچھ حرج ہے؟

الجواب : بیس رکعات تراویح باجماعت محلہ کی مسجد میں ہونا ضروری ہے۔ لہذا آپ لوگوں کو اپنی مسجد میں تراویح پڑھنی چاہیے، چاہیئے نمازی کم ہوں — اگر محلہ کی مسجد میں تراویح نہ ہوگی تو سب اہلِ محلہ گنہگار رہوں گے۔ (شامی)

مسئلہ :- جس شخص نے نمازِ عشاء بغیر جماعت تنہا پڑھی ہو تو کیا وہ تراویح اور وِتر جماعت کے ساتھ پڑھ سکتا ہے؟

الجواب :- ہاں پڑھ سکتا ہے۔ صغیری اور فتاویٰ رحیمیہ میں ایسا ہی لکھا ہے۔

مسئلہ :- جس شخص نے تراویح جماعت سے نہ پڑھی ہو

تو کیا وہ نمازِ وتر جماعت سے ادا کر سکتا ہے ؟

جواب :۔ ہاں جماعت سے ادا کر سکتا ہے ۔

مسئلہ :۔ تراویح کی بیسؔ رکعتوں کی نیت کرنا شروع میں ہے یا ہر دوؔ رکعت پر نیت کرنا بھی کافی ہے ؟

جواب :۔ تراویح کے لئے شروع میں ہی بیسؔ رکعت کی نیت کرنا کافی ہے ۔

مسئلہ :۔ کیا تراویح مسجد میں با جماعت پڑھنا ضروری ہے ۔ ؟

جواب :۔ اگر تمام اہل محلہ نمازِ تراویح اپنی مسجد شریف میں پڑھنا چھوڑ دیں گے تو سب گنہگار ہوں گے ۔

تعداد رکعات تراویح

اب اس مقام پر !

کوئی صاحب یہ کہہ سکتا ہے کہ بیس رکعت سے کم پڑھنے والے بھی تو حضرت رسول رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث وعمل سے استدلال کرتے ہیں اور وہ اسی کو کافی سمجھتے ہیں، گو صحابہ کرام رض کے عمل کے برخلاف ہی کیوں نہ ہو۔ تو گناہ کیا ہوا ؟ کیونکہ اطاعت خدا ورسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہی واجب اور ضروری ہے اور بس۔

اس کا جواب !

حضرات ! اس قسم کا طریق کار اور رویہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے مکابرت، مخالفت اور اُن سے برابری کرنے کے ہم معنی اور مترادف ہے جس سے ایمان میں خلل اور عاقبت میں خطرہ پیدا ہونے کا قوی امکان ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام رض معیار حق ہیں اور ان کا عمل اور قول بفرمودۂ حضرت نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہمارے لئے واجب التعمیل ہے اُن کے برابر علم ومرتبہ میں کوئی نہیں ہو سکتا ہے۔ اس کے برخلاف غیر صحابہ یا چودھویں صدی کے گم کردہ عوام مسلمین یا مجددین کی یہ

شان نہیں ہے۔ اور یاد رکھیے جس کسی نے بھی دانستہ یا نادانستہ صحابۂ کرام رضی کے معیارِ حق ہونے سے اختلاف کیا یا اُن کی سنّت سے سے روگردانی کی یا ان پر معاذ اللہ حرف گیری کی۔ تو اس نے نہ صرف اپنی جہالت کا ثبوت دیا بلکہ اس نے اپنی حُسنِ عاقبت حرمان و خسران سے بدل دی۔

ہم عصرِ حاضر کے ان اکابرِ علماءِ اہلِ سنّت و علماءِ حق کے شکر گذار ہیں کہ جنہوں نے امتِ مسلمہ کو اس خطرناک فتنہ و گمراہی سے بروقت باخبر کیا اور ساتھ ہی کشمیر کے اُن ناعاقبت و نااندیش حکام کی عقلوں پر ماتم کررہے ہیں جنہوں نے اُن کتابوں پر پابندی لگادی اور ساتھ ہی لوگوں پر بھی اپنے غم و غصہ کا اظہار کرتے ہیں جنہوں نے اپنے کتابوں پر یہ عنوان باندھے " ابوبکر صدیق رض کی ایمان لانے کے بعد غیر اسلامی حرکات"۔ ایسی گندی کتابوں پر پابندی نہیں لگائی۔ اور اگر پابندی نہیں لگائی تو سنّی مسلمانوں کی کتابوں پر۔ جو سراسر قانون عدل و انصاف کے برخلاف ہے۔

اسی طرح ہم ان حضرات پر بھی نوحہ اور ماتم کرتے ہیں جنہوں نے ان سے در پردہ دینی اتحاد قائم کرکے، پھر اپنے آپ کو حنفی کہلاتے ہیں۔ ہائے! "تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم"۔

والی اللہ المشتکٰی۔

آیئے ! اب آپ تتمۃً للبحث، عظمتِ صحابہ رضؓ اور اُن کی شانِ عالی کے بارے میں علماءِ حق کے خیالات ملاحظہ فرما کر اپنا ایمان تازہ فرمادیں :

- رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا :
"میری اُمت پر وہ سب کچھ آئے گا جو بنواسرائیل پر آچکا ہے۔ بنواسرائیل کے بہتّر فرقے ہوگئے تھے۔ میری اُمت کے تہتّر فرقے ہو جائینگے، سب دوزخی ہونگے مگر صرف ایک مِلّت (ناجی ہوگی)۔" صحابہ رضؓ نے عرض کیا : وہ مِلّت کونسی ہے؟ ارشاد ہوا : "مَا انا عَلَیۡہِ واصحابی۔" وہ مِلّت ہے جس پر میں ہوں (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) اور میرے ساتھی (صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)۔"
(ترمذی شریف، مسند احمد و ابو داؤد، بحوالہ مشکوٰۃ شریف)

- ارشاد ہوا : "مَا من احد من اصحابی یموت بارض الابعث قائد النور لھم یوم القیامۃ" (ترمذی شریف ص ۲۲۶)
"یعنی، میرے (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) اصحابؓ میں سے کوئی بھی صحابی رضؓ جس سرزمین میں وفات پائے گا، قیامت کے روز اس سرزمین والوں کے لیے قائد اور نور بن کر اُٹھے گا۔"

- جنابِ رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ بھی ارشاد

مقدس ہے ، " اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم۔"
(مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ : " میرے ساتھیوں کی مثال تاروں جیسی ہے جس کی اقتدار (پیروی) کر لوگے، ہدایت پاؤگے۔"

نیز ارشادِ مقدس ہوا :۔

" ان اللہ نظر الی قلوب العباد فاختار محمداً فبعثہ برسالتہ ثم نظر فی قلوب العباد فاختار لہ اصحابہ فجعل انصار دینہ و وزراء نبیہ فمارأہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن و مارأہ المسلمون قبیحاً فھو عند اللہ قبیح۔" (مجالس الابرار، موطا امام محمدؒ)
(اس کی سند صحیح ہے)

ترجمہ : " اللہ تعالیٰ نے بندوں کے دلوں پر نظر ڈالی، پس محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کو رسالت کے لئے منتخب فرمایا پھر بندوں کے دلوں پر نظر فرمائی تو آپؐ کے اصحابؓ کو آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کے لئے منتخب فرمالیا۔ ان اصحابِ کرامؓ کو آپؐ کے دین کیلئے مددگار اور اپنے نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کے وزیر بنا دیا۔(پس یہ اصحابہ کرامؓ انصار اللہ اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وزیر ہیں۔) پس

جس کام کو یہ مسلمان اچھا سمجھیں وہ عنداللہ بھی بہتر ہے، اور جس کو یہ برا سمجھیں وہ عنداللہ بھی برا ہے۔"

- یہ بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ مقدس ہے؛

"تمام ادوار میں سب سے بہتر دور میرا ادوار ہے۔ پھر اُن کا دور جو اُن سے متصل ہیں۔ پھر اُن کا دور جو اُن سے متصل ہیں اس کے بعد کذب پھیل جائے گا۔ لوگ بے بلائے گواہی دینے کو تیار ہو جایا کریں گے۔"

(بخاری شریف وغیرہ)

نوٹ :- حدیث نمبر ۵ نے واضح کر دیا کہ حدیث نمبر ۴ میں مسلمان سے مراد صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ اور صحابۂ کرام رضی کی شان یہ ہے کہ جس کام کو وہ اچھا سمجھیں وہ عنداللہ بھی اچھا ہے۔

یہ چند روایتیں حضراتِ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے متعلق تھیں جو اس بات کی وضاحت کے لئے کافی ہیں۔ صحابہ کرام رض معیارِ حق میں، ان کی اتباع، اتباعِ حق ہے۔ مگر تراویح کا معاملہ عام صحابہ رض کے علاوہ حضرت عمر فاروق اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے متعلق ہے۔ جیسا کہ سابق روایتوں میں گذر چکا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہت سی جماعتوں کو ایک جماعت بنا دیا اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ

عنہؓ نے اس کی تائید کی اس پر مسرت ظاہر کی اور خود اپنے دور میں بھی عمل کیا۔ یہ دونوں بزرگ اصحابؓ خلفاءِ راشدین میں سے ہیں۔ خلفاءِ راشدین رضؓ کی خصوصیت یہ ہے کہ ان کے طریقہ کو بھی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سنّت فرمایا ہے، اور حکم فرمایا ہے کہ اس کو مضبوطی سے سنبھالے رکھیں، دانتوں اور کونچلیوں سے پکڑ لیں "عضوا علیھا بالنواجذ" (بخاری شریف)

سامرودی صاحب فرماتے ہیں :

" دین، اسلام، شریعت قائم کرنے کا حق کیا اللہ تعالیٰ نے کسی کو دیا ہے : ؟ "

بے شک صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین (معاذ اللہ) نیا دین، نیا اسلام یا نئی شریعت نہیں بنا سکتے۔ نہ معاذ اللہ کسی نئے دین یا نئے اسلام کی بحث ہے ـــــ بحث یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی، آپؐ کے احکام کو سمجھنے اور آپؐ کے منشاءِ مبارک کو عملی جامہ پہنانے کی ـــــ بحث یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاداتِ مقدسہ اور آپؐ کے منشاءِ مبارکہ کو حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین بہتر سمجھتے سکتے ہیں یا سامرودی صاحب اور ان کے ہم مشرب ـــــ اور اگر سامرودی صاحب جیسے لوگ آڑے آتے ہیں، تو معیارِ حق کون ہیں ؟

سابق احادیث نے یہ بتا دیا کہ ایسے موقع پر حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ہی معیارِ حق ہیں، انہیں کی تعمیل واجب اور انہیں کی اتباع، اتباعِ شریعت ہے۔ علمائے حق کا یہی فیصلہ ہے۔

سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرمایا کرتے تھے: کسی کی اتباع اور اقتداء کرنی ہو تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی ہی اقتداء کرو، خدائے پاک نے اس بہترین جماعت کو اپنے بہترین رسول حضرت محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت اور دین کی اقامت کے لئے پسند فرمایا ہے۔ لہٰذا تم اُن کے فضل (بزرگی) کو پہچانو اور انہیں کے نقشِ قدم پر چلو، وہ سیدھے اور صاف راستے پر تھے۔"

(مشکوٰۃ شریف، ص ۳۲)

اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"یہ جماعت پوری اُمت میں سب سے زیادہ نیک دِل، سب سے زیادہ گہرے علم کی مالک اور سب سے زیادہ بے تکلف جماعت تھی۔ خداوند تعالیٰ نے اپنے رسول برحق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت کے لئے اسے پسند کیا تھا۔ وہ آپ کے اخلاق اور آپ کے طریقوں سے مشابہت پیدا کرنے کی سعی میں لگی رہتی تھی

اُن کو دُھن تھی، تو اُسی کی تلاش تھی۔ تو اس نے فرمایا :

"اس کعبہ کے پروردگار کی قسم وہ جماعت صراطِ مستقیم پر گامزن تھی۔"

(الموافقات صـ۷۸، بحوالہ ترجمان والسنہ صـ۳۸۶)

حضرت محمد بن سیرین رحمتہ اللہ علیہ سے حج کا ایک مسئلہ کہا گیا تو آپ نے کہا : "حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس کو مکروہ سمجھتے تھے۔ اگر یہ علم تھا تو وہ مجھ سے زیادہ (قرآن وحدیث کے) عالم تھے۔ اور اگر اُن کی ذاتی رائے تھی۔ تو اُن کی رائے میری رائے سے افضل ہے۔" (جامع بیان العلم صـ۳۱)

حضرت امام اوزاعی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں، کہ،

"بس تو علم وہی ہے جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے منقول ہے۔ اور جو اُن سے منقول نہیں وہ ہے ہی نہیں۔"

(جامع بیان العلم صـ۳۹)

حضرت عامر شعبی رحمتہ اللہ علیہ کا بیان ہے : کہ،

"اے لوگو! جو باتیں تمہارے سامنے پیغمبرِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے نقل کی جائیں انہیں اختیار کر لو، اور جو اپنی طرف سے ہوں انہیں نفرت سے چھوڑ دو۔" جامع بیان العلم صـ۳۹)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"فارض لنفسک ما رضی بہ القوم لانفسہم فانہم وقفوا .... فان کان الھدیٰ ما انتم علیہ لقد سبقتموھم الیہ .... الخ"

ترجمہ: "جماعتِ صحابہ رضوان تعالیٰ عنہم اجمعین نے اپنے لئے جو راستہ پسند کیا، تم بھی اسی کو اپنے واسطے پسند کرنا اور اپنا مسلک بنالینا اگر تم سمجھتے ہو کہ (صحابہؓ اور تمہارے اختلاف میں) تم حق پر ہو (یعنی جیسے بیس رکعت تراویح کے متعلق سامرودی صاحب سمجھتے ہیں۔) اس کا مطلب یہ ہوگا کہ تم خود کو صحابہؓ کی جماعت سے آگے بڑھا ہوا مانتے ہو۔ (ظاہر ہے کہ یہ خیال کتنا حماقت آمیز اور گمراہ کن ہے۔)

(ابوداؤد شریف، ص ۲۸۵، ج ۲)

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"پیغمبرِ صادق علیہ من الصلوٰت افضلہا ومن التسلیمات اکملہا تمییز فرقۂ واحدہ ناجیہ ازاں فرق متعددہ فرمودہ است، النست "الذین ھم علی ما انا علیہ و اصحابی۔" یعنی: آں فرقۂ واحدہ ناجیہ آنانند کہ ایشاناں بطریقے اند کہ من برآں طریقم و اصحاب من برآں طریق اند ذکر اصحاب با وجود کفایت بذاکر صاحبِ شریعت

علیہ الصلواۃ والتحیۃ درین موطن برائے آں لتواند بود کہ تا ہد انند کہ طریق من ہماں طریق اصحاب است وطریق نجات منوط باتباع طریق ایشانست وبس چنانکہ حق سبحانہ فرمودہ: " من یطع الرسول فقد اطاع اللہ " پس اطاعت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم عین اطاعت حق آمد سبحانہ " وخلافِ اطاعت او صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم عین معصیت او تعالیٰ وتقدس...
...... پس درما نحن فیہ دعویٰ اتباع آں سرور نمودن علیہ الصلوٰۃ والسلام بخلاف اتباع طریق اصحاب رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین دعویٰ باطل است بلکہ آں اتباع فی الحقیقت عین معصیت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم است، پس نجات را درآں طریق مخالفت چہ مجال۔ " (مکتوبات امام ربانی ص۱۰۲-۱۰۳، ج ۱)

ترجمہ:۔

" جناب رسالتمآب حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نجات پانے والی جماعت کی پہچان میں فرمایا: کہ جو اس طریقہ پر ہو جس طریقہ میں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور میرے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ظاہراً ہوں گے ۔ اتنا فرمادینا

کافی تھا، کہ " جس طریقہ پر میں (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) ہوں۔ "، حضرات صحابہ رضؓ کا ذکر اپنے ساتھ کیا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ سب جان لیں کہ میرا طریقہ وہی ہے جو میرے اصحاب (رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) کا طریقہ ہے اور نجات کی راہ حضرات صحابہ رضؓ کی پیروی ہی میں منحصر ہے۔ یہ ایسا ہی ہے، جیساکہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد : من یطع الرّسول فقد اطاع اللّٰہ " نے واضح کر دیا۔ یعنی : رسول اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت بعینہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی اطاعت ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاداتِ عالیہ کی مخالفت بعینہ حق سبحانہ جلّ شانہٗ بارگاہ میں معصیت اور حکم عدولی ہے۔

پس زیرِ بحث مسئلہ میں رسالتمآب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کا دعویٰ کرنا اور ساتھ ہی صحابہ رضؓ کے طریقہ کی مخالفت کرنا (جیساکہ کچھ لوگوں کا طریقہ ہے) دعویٰ باطل ہے۔ بلکہ یہ اتباع درحقیقت سراسر معصیتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ پس اس مخالفت کے راستہ میں نجات کی کیا گنجائش اور امید ہے۔ "

حضرت شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں : کہ

" و نیز ان در معرفتِ حق و باطل فہم صحابہ رضؓ و تابعین است

آنچہ ایں جماعت از تعلیم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بانضمام قراینِ حالی و مقالی فہمیدہ اند دراں تخطیہ ظاہر نہ کردہ واجب القبول است"۔ (فتاویٰ عزیزی ص۱۵۷)

ترجمہ :۔ " حق و باطل کا معیار حضرات صحابہ رض اور حضرات تابعین کی سمجھ ہے۔ جس چیز کو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم سے قرائین حالی و مقالی کو سامنے رکھکر سمجھا ہے (اس میں کوئی غلطی نہیں بتائی۔) اس کا تسلیم کرنا واجب ہے "۔ تابعی جلیل، خلیفہ عادل حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہما فرماتے ہیں۔

" سنّ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم و ولاۃ الامر من بعدہٖ سنناً الأخذ بہا تصدیق لکتاب اللہ وا ستعمال لطاعۃ اللہ ومعونۃ علی دین اللہ لیس لاحد تغیر ھا ولا النظر فی رائ من خالفھا فمن خالصھا واتبع غیر سبیل المؤمنین .... الی آخر

(جامع فضل العلم لابن عبدالبر)

ترجمہ : " رسالتمآب جناب حضرت محمّد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بھی کچھ طریقے مقرر فرمائے ہیں۔ اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جانشین اولوالامر حضرات رض نے

کبھی کچھ طریقے مقرر فرما دیئے ہیں کہ ان کا اختیار کرنا کتاب اللہ کی تصدیق ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی اطاعت پر عمل پیرا ہونا اور خداوند تعالیٰ کے دین کی مدد کرنا ہے، کسی کو ان کی تغیر تبدیلی کا حق نہیں پہنچتا اور نہ ان کی مخالفت کرنے والوں کی رائے قابلِ التفات ہے۔ پس جو ان طریقوں (سنّت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) کے خلاف کرے گا اور اہلِ ایمان کے طریقہ کے خلاف چلے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو اسی طرف موڑ دے گا جس طرف کا اس نے رخ کیا ہے۔ پھر اس کو جہنّم میں داخل کر دے گا اور جہنّم بہت ہی بری جگہ ہے۔

(التشبہ فی الاسلام ص۲۹)

"اب آپ تراویح کے بحث کے بعد "اعتکاف" کی فضیلت اور اس کے مختلف احکام ملاحظہ فرما دیں۔"

(مؤلف)

اعتکاف!

● ۱۔ اعتکاف اس کو کہتے ہیں : کہ اعتکاف کی نیت کرکے مسجد شریف میں رہے اور سوائے ایسی حاجات ضروریہ کے جو مسجد شریف میں پورے نہ ہو سکے (جیسے پیشاب، پاخانہ کی ضرورت) مسجد شریف سے باہر نہ جائے۔

● ۲۔ رمضان المبارک کے عشرۂ آخر میں اعتکاف کرنا سنّت مؤکدہ علی الکفایہ ہے۔ یعنی اگر بڑے شہروں کے محلوں میں اور چھوٹے دیہات کی پوری بستی میں کوئی بھی اعتکاف نہ کرے تو سب کے اوپر ترکِ سُنّت کا وبال رہتا ہے اور کوئی ایک بھی محلے میں اعتکاف کرے تو سب کی طرف سے سنّت ادا ہو جاتی ہے

● ۳۔ بالکل خاموش رہنا اعتکاف میں ضروری نہیں، بلکہ مکروہ البتہ نیک کام کرنا اور لڑائی جھگڑے اور فضول باتوں سے بچنا چاہیئے۔

● ۴۔ اعتکاف میں کوئی خاص عبادت شرط نہیں۔ نماز تلاوت، کلام پاک یا دِین کی کتابوں کا پڑھنا یا پڑھانا، یا جو عبادت

میں چاہیئے کرتا رہے۔

● ۵ - جس مسجد شریف میں اعتکاف کیا گیا ہے اگر اس میں جمعہ نہیں ہوتا تو جمعہ نماز کے لئے اندازہ کر کے ایسے وقت مسجد شریف سے نکلے جس میں وہاں پہنچ کر سنتیں ادا کرنے کے بعد خطبۂ جمعہ سن سکے۔ اگر کچھ زیادہ دیر جامع مسجد میں لگ جائے تو بھی اعتکاف میں خلل نہیں آتا۔

● ۶ - اگر بلا ضرورت طبعی و شرعی تھوڑی دیر کو بھی مسجد شریف سے باہر چلا جائے گا تو اعتکاف جاتا رہے گا۔ خواہ عمداً نکلے یا بھول کر۔ اس صورت میں اعتکاف کو قضاءً کرنا چاہیئے۔

● ۷ - اگر آخر عشرہ کا اعتکاف کرنا ہو تو ۲۰ تاریخ (رمضان المبارک کی بیسویں روزہ کے افطار سے پہلے) کو غروب آفتاب سے پہلے مسجد میں چلا جائے۔ پھر جب عید کا چاند نظر آجائے تب اعتکاف سے باہر ہو آئے۔

● ۸ - غسل جمعۃ المبارک یا محض ٹھنڈک کے لئے غسل کے واسطے مسجد شریف سے باہر نکلنا معتکف کو جائز نہیں۔ ٭

الٰہی! بہ برکت ماہِ صیام کا صدقہ

الٰہی! بہ برکتِ ماہِ صیام کا صدقہ • تیرے حبیبؐ رسولِ انام کا صدقہ
تیرے کرم کے تصدق تو خدائے ماہِ صیام
تیرے فدا کرمِ ذوالجلال والاکرام
وسیلہ سرورِ کون و مکان کا یا اللہ! • وسیلہ مرحمتِ بیکراں کا یا اللہ!
تیرے عطاؤں کے قربان، خالقِ عالم
ہے تو مہیمن و مختار و رزاقِ عالم
فضائلِ رمضان ہم پہ آشکار کئے • ہزاروں ہم پہ کرم تو نے کردگار کیے
ہیں رحمتیں تیری نازل مدام بندوں پہ
ہیں تیری چشمِ کرم ہم غلام بندوں پہ
کریم! دولتِ اسلام تو نے دی ہم کو • دلائے حق سحر و شام تو نے دی ہم کو
ہمیں حضورؐ کی امت بنا کے عزت دی
شہِ رسلؐ کی ہمارے دلوں میں الفت دی
کرم سے تو نے کیا فرض روزہ مسلم پہ • کرم کی بارشیں کیں تو نے قلب کے اندر

سحری و افطار کے احکام

۱۔ اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت سیّد المرسلین جناب محمّد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم نمازِ مغرب سے پہلے اِفطار فرماتے۔ آپ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم چند تر کھجوروں سے روزہ کھولتے تھے، اور اگر تر کھجور میسر نہ ہوتے تو کچھ چھوہاروں سے افطار فرماتے۔ اور اگر یہ بھی نہ پاتے تو پانی کے چند گھونٹ سے افطار فرما کر مغرب کی نماز پڑھتے تھے۔

۲۔ سحری کے متعلق ارشادِ ربّانی!

وکلوا وشربوا حتیٰ یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر ...... الخ "

یعنی :۔ "کھاتے پیتے رہو جب تک صبح کی سفید دھاری کالی دھاری سے تم پر کھل نہ جائے۔ یعنی صبح صادق اچھی طرح نمودار ہو جائے پھر شام تک روزہ پورا کرو۔"

اس ارشادِ مبارک سے صاف ظاہر ہے کہ صبح صادق کے نمودار ہونے تک کھانا پینا سب جائز ہے اور یہ کہ شرعی احکام نجوم پر موقوف نہیں ہیں — چنانچہ مشہور اہلحدیث نواب وحید الزمان صاحبؒ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں :

" صبح صادق کے ظاہر ہونے تک کھانا پینا سب درست ہے۔ گو اہلِ نجوم کے حساب کے موافق اس سے پہلے صبح ہو گئی ہے۔ مگر افسوس ہے کہ کچھ لوگ فجر کی اذان اتنی پہلے دیتے ہیں کہ ابھی صبح صادق کا نام و نشان تک نہیں ہوتا۔ اسی طرح وہ سحری اور اذان، بلکہ نماز بھی غلط طریقہ پر ادا کرتے ہیں۔"

حضرات ! سحری اور افطار مرتب شدہ نقشہ جات تخمینہ اور اندازہ ہوتے ہیں اور وہ وحی ربانی نہیں ہوتے۔ لہٰذا لڑائیوں اور جھگڑوں کے بغیر ان نقشہ جات کو شرعی قواعد وضوابط کے مطابق درست فرما لیجیے۔

۳ ـ افطار کا وقت !

" اذا اقبل اللیل من ھٰھنا وادبر النھار من ھٰھنا وغربت الشمس فقد افطر الصائم "۔ (بخاری شریف)

حضور رسالتمآب حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وآلہ وسلم کا ارشادِ مقدس ہے :

"جب رات ادھر (مشرق کی طرف) رُخ کرے اور دن
مغرب سے پیٹھ پھیرے اور سورج ڈوب جائے۔ تو سمجھنا
چاہیئے کہ افطار کا وقت ہوگیا۔"

اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا :

"لوگ ہمیشہ اچھے رہیں گے جب تک وہ افطار میں جلدی
کرتے رہیں گے۔"

افسوس ہے کہ اب تو لوگوں نے حضرت رسول رحمت صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کو چھوڑ کر اپنا دین نجومیوں اور حساب
دانوں کے حوالے کیا ہے ـــــ خدا کی پناہ !

ہاں ! ہماری وادی کشمیر میں لوگ افطار میں تاخیر اور سحری میں
جلدی کر کے خلاف سنّتِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کرتے
رہیں۔ اصل میں ان لوگوں کو طلوع وغروب کا معنیٰ معلوم ہی نہیں
بس ساری مصیبت تو یہی ہے۔ ☆

شبِ قدر کی عظمتیں و برکتیں

رحمت و برکت ہزاروں ماہ جس پر نثار
ہے شبِ قدر ایک ایسی دولت ماہِ صیام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ① وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ ② لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ③ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِیْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ④ سَلٰمٌ هِیَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ⑤ ۔۔ "

ترجمہ: "بے شک ہم نے قرآن کریم کو شبِ قدر میں اُتارا ہے، اور آپ کو معلوم ہے کہ شبِ قدر کیا ہے؟ شبِ قدر بہتر ہے ہزار مہینوں سے۔ اس رات میں فرشتے اور روح (حضرت جبرئیلؑ) اپنے ربّ کے حکم سے ہر امر خیر کو لے کر اُترتے ہیں سراپا سلام کرتے۔ یہ شب طلوعِ آفتاب تک رہتی ہے۔"

ماہِ رمضان المبارک کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے جہاں ہزاروں برکات و سعادات کا منبع و مخزن بنایا ہے، وہاں اس پاک اور متبرک مہینے میں ایک رات ایسی عطا کی ہے جس کی عظمت و تقدیس ہزار مہینوں ...... سے زیادہ ہے۔

سورۃ القدر سے متعلق مفسرین کا ایک قول ہے: کہ حضرت سیّد المرسلین جناب محمّد مصطفٰے احمد مجتبٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ایک دن صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے بنی اسرائیل کی ایک عمر رسیدہ شخصیّت کا تذکرہ فرما رہے تھے۔ اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ارشادِ مقدس کا مفہوم یہ تھا: کہ

"اُس زمانہ میں بنی اسرائیل میں سے ایک زاہد خدا رسیدہ کی زندگی مجاہدات، ریاضات اور نفس کشی کے لئے ایک عدیم النظر شخصیّت تھی۔ ان کا روزانہ مشغلہ حیات یہ تھا کہ دن بھر روزہ رکھتے تھے، جسم پر اسلحۂ جنگ سجائے ہوئے دشمنانِ خدا سے جہاد فرماتے تھے اور راتوں کو اللہ تبارک و تعالیٰ کی عبادت میں ہی مسلسل مشغول رہتے تھے۔ ان اعمالِ خیر میں انہوں نے اپنی مقدس زندگی کے ایک ہزار مہینے صرف کئے۔ یعنی یہ

خدا رسیدہ بزرگ ۸۳ سال ۴ ماہ تک مسلسل صائم بھی رہے، مجاہد اور غازی بھی رہے"۔

حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاداتِ طیبات کو صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سُن رہے تھے۔ لیکن دل ہی دل میں غبطہ و رشک کی وجہ سے تمام صحابہؓ افسردہ و غمگین تھے۔

حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہؓ کو افسردہ خاطر دیکھا تو سببِ آزردگی دریافت فرمایا۔ صحابہؓ نے عرض کیا: "یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)! ہمارے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں۔ آپؐ نے بنی اسرائیل کے جس عمر رسیدہ بزرگ کا تذکرہ فرمایا اس کی عبادت و ریاضت کو ہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جاں نثار کس طرح پہنچ سکتے ہیں۔ اس کی مسلسل عبادت ۸۳ سال چار ماہ (یعنی: ایک ہزار ماہ) تک جاری رہی۔ لیکن اِس دور میں یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔ اِس زمانہ میں آدمی بالعموم ساٹھ اور ستر سال کے درمیان تک زندہ رہتے ہیں پھر اِسی عمر میں سے دس سال تک طفلی و بے شعوری کا زمانہ ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں ہم کیسے اتنی عبادت کر سکتے ہیں؟

رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفٰے احمد مجتبےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے یہ باتیں سُنیں تو آپؐ کی طبع مبارک میں بھی ملال و آزردگی کے آثار پیدا ہو گئے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ جل شانہٗ نے اپنے محبوب پیغمبر صاحب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی آزردگی دُور کرنے کے لئے سورۂ قدر کو نازل فرمایا جس میں یہ حقیقت واضح کر دی گئی ہے: کہ

"اگرچہ اس اُمت کی عمریں کم ہونگی، لیکن ربُ العزت نے پیغمبر آخر الزمان حضرت محمّد مصطفٰے احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ایک ایسی رات عطا فرمائی ہے کہ اگر ہر صاحب ایمان مسلمان اس رات میں خلوصِ نیت اور حضورِ قلب سے عبادت کرے گا تو اس کی ایک رات کی عبادت ہزار ماہ کی عبادت سے زیادہ قابلِ عظمت و ثواب ہوگی۔"

اس سورۂ پاک کے نزول کی تفسیر میں دوسرا قول مفسرین کرام کا یہ ہے کہ:

"رسولِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ایک روز آپؐ کی اُمت کی عمریں ساٹھ سے ستر سال کے درمیان دکھائی گئی تھی حضرت اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قلب مقدسؐ میں ملال پیدا ہوا کہ اتنی قلیل عمر میں میری اُمت کیا عبادت کر سکتی ہے، اور کیا اجر و ثواب حاصل کر سکتی ہے۔ ایسا نہ کہ پچھلی

اُمتیں درازیِ عمر کے باعث زیادہ ثواب کے مستحق ہوں اور میری اُمت میدانِ محشر میں قلتِ ثواب کے باعث نادم و مجحوب ہوں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے رفع ملال کے لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ سورۂ مبارک نازل فرمائی۔"

اس سورۂ پاک کو "سورۂ قدر" اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں لیلۃُ القدر کا حال بیان کیا گیا ہے۔ اس سورۂ شریف کو لیلۃ القدر سے موسوم کرنے کی وجہ یہ بھی ہے کہ اس مبارک رات میں اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے محبوب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت کے مرتبہ اور اُن کی قدر و عزت کو زیادہ سے زیادہ بڑھاتا ہے۔ اگر قدر کے معنی بزرگی کیلئے کی جائے تو اس کے معنی یہ ہونگے کہ یہ رات بمقابلہ دوسری راتوں کے مختلف حیثیتوں سے شرف اور بزرگی رکھتی ہے کہ اس رات میں تجلیات الٰہی اتمام سے صبح تک بندگانِ خدا پر نازل رہتا ہے۔ فرشتگانِ عالمِ ملکوت اور ارواح مقدسہ کا عالمِ بالا سے اللہ تعالیٰ کے اذن و حکم سے صلحاء و عرفاء و زہاد و اُمت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کیلئے آسمان سے نزول ہوتا ہے ان مقدس جماعتوں کے تقرب سے ہزاروں گنا کیف و سرور عبادتوں میں اہل ایمان کو ملتا ہے اسلئے بھی اس رات کو لیلۃ القدر کہتے ہیں۔ نیز قرآن عظیم بھی لوح محفوظ سے اسی رات آسمان دنیا پر نازل کیا گیا۔ ان کے علاوہ بیشمار فضیلتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اس رات کو عطا فرمائی ہیں اور

بھی بیشمار فضیلتیں ہیں جو شب قدر کو دوسری تمام راتوں پر ممتاز بناتی ہیں۔

وہ مسلمان اللہ تعالیٰ کے کس قدر قابل بندے ہیں جو رمضان المبارک میں رضائے الٰہی کیلئے روزے رکھتے ہیں۔ نمازیں اور تراویح التزام کیساتھ پڑھتے اور لیلۃ القدر کی تلاش میں شب بیداری کرتے ہیں۔ حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے۔ "اور وہ طاق راتیں اکیسویں، تئیسویں، پچیسویں، ستائیسویں اور انتیسویں ہیں۔ عام طور پر مشہور ہے کہ لیلۃ القدر ستائیسویں رمضان المبارک کو ہوتی ہے۔ اور مختلف وجوہ ایسی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ۲۷ ویں شب کو شبقدر ہونے کا امکان بہت زیادہ قوی ہے اور لیلۃ القدر کی برکتیں اور رحمتیں بھی انہیں حاصل ہوں۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو توفیق عطا فرمائیں کہ وہ رمضان المبارک کے روزے رکھیں اور پھر شب قدر کی تلاش میں رمضان المبارک کے راتوں میں خوب عبادت کریں بالخصوص اس ماہ مبارک کے آخری عشرہ کی راتوں میں بہت زیادہ عبادت و ریاضت کریں اس طرح اللہ تبارک و تعالیٰ کی برکتیں، رحمتیں اور نعمتیں مسلمانوں پر سایہ فگن ہوتی ہے۔

اے اللہ! اپنے فضل و کرم اور رحمت کاملہ سے سارے مسلمانوں کو توفیق عطا فرمائے کہ رمضان المبارک کے روزے رکھیں اور آپ کی رحمتیں، برکتیں اور نعمتیں انہیں حاصل ہوں۔ آمین

زکوٰۃ کے ضروری احکام و مسائل

اسلامی فرائض میں سے "زکوٰۃ" ایک اہم فرض ہے۔ جس کی فرضیت قرآن حکیم (آیتوں اور احادیث نبویہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) سے ثابت ہے جو شخص اس کی فرضیت سے انکار کرتا ہے وہ مسلمان نہیں ہے۔

ہر آزاد و بالغ اور عاقل مالکِ نصاب مسلمان پر زکوٰۃ فرض ہے اور جس شخص کے پاس نصاب سے کم مال ہو یا نصاب کے برابر ہو لیکن وہ قرضدار ہو یا مال اس کے پاس سال بھر تک نہ رہا ہو، یا وہ شخص خود مختار نہ ہو۔ تو ان صورتوں میں زکوٰۃ فرض نہیں ہے۔

اصطلاحِ شریعت میں "صاحب نصاب" اس شخص کو کہتے ہیں جو ساڑھے باون (۵۲½) تولے چاندی یا ساڑھے سات (۷½) تولے سونے یا تقریباً پچاس (۵۰/۰) روپے کا مالک ہو۔ جس کے پاس اس قدر مال ہو اس شخص پر زکوٰۃ فرض ہے۔ پھر اگر وہ عمداً ادا نہ کرے گا تو سخت گنہگار ہوگا۔ ☆

مالِ زکوٰۃ

چاندی، سونے کی تمام چیزوں، مثلاً : اشرفیاں، روپے، زیور، برتن وغیرہ اور ہر قسم کے مالِ تجارت مثلاً : کپڑا، غلہ، جوتیاں، لباط خانہ، گھڑیاں، کتابیں وغیرہ۔ ان سب چیزوں پر زکوٰۃ فرض ہے۔ تجارتی مال کا نصاب معلوم کرنیکا طریقہ یہ ہے کہ اس کی قیمت سونے یا چاندی سے لگائی جائے، پھر چاندی یا سونے کا نصاب قائم کرکے زکوٰۃ ادا کردی جائے۔

اگر کسی شخص کے پاس تانبے وغیرہ کے برتن نصاب سے زیادہ قیمت کے ہوں، یا کوئی مکان یا دُکان وغیرہ نصاب سے زیادہ قیمت کی ہو اور اس کا کرایہ بھی آتا ہو۔ یا چاندی سونے کے علاوہ کسی اور قسم کا سامان اور اسباب ہو، لیکن یہ سب چیزیں تجارت کے لئے نہ ہوں۔ تو ان میں سے کسی چیز پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے۔ اور اگر کسی کے پاس صرف تین چار تولے سونا ہو اور اس کی قیمت چاندی کے نصاب کے برابر یا زیادہ ہو لیکن چاندی کی کوئی اور چیز اس کے پاس نہ ہو، تو روپے ہو نہ زیور ہو اور نہ کوئی چیز ہو۔ تو اس صورت میں زکوٰۃ فرض نہیں ہے۔ ؎

زکوٰۃ ادا کرنے کا طریقہ!

زکوٰۃ ادا کرنے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ جسقدر زکوٰۃ واجب ہوئی ہے وہ کسی مستحق کو دیدی جائے۔ کسی خدمت یا کسی کی کام کی اُجرت میں زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے۔ ہاں اگر محکمہ شریعت یا مجلس اسلامیہ کی طرف سے کوئی عامل مقرر ہو جو زکوٰۃ وصول کر کے غریبوں میں تقسیم کرتا ہو اسکی تنخواہ زکوٰۃ میں دینا جائز ہے۔ اگر رقم زکوٰۃ میں سے کوئی چیز خرید کر غریبوں کو دیجائے تو یہ بھی جائز ہے۔ اور زکوٰۃ کا حساب ہمیشہ قمری مہینہ سے رکھنا چاہئیے شمسی عیسوی سنہ سے جائز نہیں۔ جب سال پورا ہو جائے تو فوراً زکوٰۃ ادا کر دینی چاہئیے تاخیر کرنا مناسب نہیں ہے، اور اگر سال ختم ہونے سے پہلے کوئی شخص زکوٰۃ ادا کر دے تو یہ بھی جائز ہے۔ زکوٰۃ ادا کرتے وقت نیت کرنا ضروری ہے۔ مطلب یہ کہ زکوٰۃ کا رقم نکالتے وقت دل میں یہ ارادہ کر لیا جائے کہ ہم یہ رقم زکوٰۃ ادا کرنے کیلئے نکال رہے ہیں۔ بس اتنا کر لینا کافی ہے۔ اگر بغیر نیت کے کسی کو روپیہ دیدیا اور دینے کے بعد اسکو زکوٰۃ کے حساب میں لگانے کی کوشش کی جائے تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ لیکن جب کسی غریب یا محتاج کو زکوٰۃ دیجائے تو اس پر یہ ظاہر کرنا ضروری نہیں ہے کہ یہ روپیہ ہم اسے زکوٰۃ کی رقم میں سے دے رہے ہیں۔

ایسے غریبوں اور مسکینوں کو جن کے پاس کچھ بھی نہ ہو، جو بالکل محتاج

اور درماندہ ہوں، اور ایسے غریبوں کو بھی جن کے پاس کچھ تھوڑا سا مال واثاثہ ہو لیکن نصاب کے برابر نہ ہو، اور ایسے قرضدار اشخاص کو بھی جنکی عزت و آبرو خطرے میں ہو اور ایسے مسافروں کو جو حالتِ سفر میں ہدفِ افلاس بن گئے ہوں انکو بقدرِ حاجت زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ اور ایسی بیواؤں کو جن کا کوئی وارث اور کفیل نہ ہو، اور جو درماندہ اور پریشان حال ہوں خصوصاً پردہ نشین بیوہ عورتیں جو شرم و لحاظ کی وجہ سے کسی کے سامنے اپنا حال بیان نہیں کر سکتیں، زکوٰۃ کی رقم کے ذریعہ انکو زکوٰۃ دینا اجرِ عظیم ثواب ہے اور ایسے غریب طالب علم کو جسکا کوئی سرپرست نہ ہو اور جو تعلیم حاصل کرنیکی استطاعت نہ رکھتے ہوں زکوٰۃ دینا جائز ہے۔

اپنے ماں باپ، دادا دادی، نانا نانی، بیٹا بیٹی، پوتا پوتی، نواسہ نواسی کو زکوٰۃ دینا واجب نہیں ہے کسی غیر مسلم کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے اور جن چیزوں پر کوئی شخص مالک نہ بنایا جائے ان میں مالِ زکوٰۃ خرچ کرنا جائز نہیں ہے۔ مثلاً میت کے گور و کفن میں یا میت کا قرض ادا کرنے میں، یا مسجد کی تعمیر یا مرمت میں یا ساز و سامان میں زکوٰۃ کا روپیہ خرچ کرنا جائز نہیں ہے۔

زکوٰۃ کا مال یا زکوٰۃ کا روپیہ سب سے پہلے اپنے رشتہ داروں کو دینا افضل ہے جیسے بھائی بہن، بھتیجے بھتیجیاں، بھانجے بھانجیاں، چاچا چاچی، پھوپی، خالہ، ماموں، ساس سسر، داماد وغیرہ (باقی ص ۱۰۵ پر)

عید کا فلسفہ اور متعلقہ احکام

اللّٰہُ اکبرُ اللّٰہُ اکبرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اکبرُ اللّٰہُ اکبرُ وَلِلّٰہِ الحمدُ !

مسرت اور خوشی کا جو پیغام بار بار آئے اس کو عید کہتے ہیں چونکہ عید کا دن بھی ہر سال خوشی کا ایک نیا پیغام لیکر آتا ہے اسلئے اس دن کو عید کا دن کہا جاتا ہے۔ عید کا دن چونکہ رمضان المبارک کے پورے مہینے میں مسلسل روزہ رکھنے اور تراویح ادا کرنے کے بعد آتا ہے اسلئے فطرتاً اور طبعاً یہ دن اسلامی تہذیب میں بڑی مسرت اور شادمانی کا دن شمار کیا جاتا ہے

مسلمانوں کے عقیدے میں چونکہ ہر عبادت اور ہر فرض کی ادائیگی اللہ تبارک و تعالیٰ کی توفیق اور اسکی عنایت پر موقوف ہے۔ اسلئے ہر عبادت کو بجالانے کے بعد اللہ تعالیٰ کا شکر گذار رہنا ضروری ہے چونکہ رمضان المبارک کے روزے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے رکھے گئے ہیں۔ اسلئے ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ کا شکریہ انفرادی طور پر بھی ادا کیا جائے اور اجتماعی طور بھی۔ عید کی رات میں انفرادی شکریہ کا یہ طریقہ ہے کہ نوافل پڑھے جائیں اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی عبادت میں اس رات کو زندہ رکھا جائے۔ اور اجتماعی شکریہ کا یہ طریقہ ہے کہ تمام مسلمان عیدگاہ میں جمع ہوکر اللہ جل شانہٗ کی عبادت، اسکی عظمت اسلامی

ڈسپلن اور جماعتی زندگی کا مظاہرہ کریں اور ایک ہی امام کے پیچھے جمع ہو کر عید نماز کی دو رکعتیں ادا کریں۔ چونکہ اسلام کا مقصد یہ بھی ہے کہ اس دن ہر طبقہ کا مسلمان خوش ہو کر بے فکری کے ساتھ اللہ جل شانہ کی عظمت کا بھرپور مظاہرہ کریں۔ اسلئے ہر کھاتے پیتے مسلمان کو حکم دیا گیا کہ وہ عید گاہ جانے سے پہلے صدقہ فطر ادا کرے تاکہ ہر غریب اور نادار آدمی اور اسکے بچے بھی اس خوشی اور مسرت کے دن پیٹ بھر کے کھانا کھا سکیں، اور پوری مسلم قوم کا ہر غریب اور مفلس بچہ بھی عید کی خوشیوں میں شامل ہو کر بھوکا اور ننگا نہ رہے۔

اللہ جل شانہ کا اجتماعی شکریہ ادا کرنے کی غرض سے صبح کی نماز بعد غسل کرنے، اجلے کپڑے پہننے اور خوشبو لگانے کے بعد سب مسلمانوں کو عید گاہ جانا چاہیئے۔ حضرت نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے: کہ "عید کے دن صبح سے ہی مقرر فرشتے آبادیوں کی گلیوں اور کوچوں کے سرے پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور میری امت کو خطاب کرتے ہوئے پکارتے ہیں: محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے امتیو! اپنے اس پروردگار اور پالنہار کی عبادت کے لئے چلو جو تھوڑی سی عبادت بھی قبول کر لیتا ہے اور تھوڑی سی ہی عبادت کے بدلے اجر و ثواب بہت دیتا ہے، اور بڑے بڑے گناہوں کو بخش دیتا ہے۔"

چونکہ یہ دن اللہ تبارک و تعالیٰ کی عبادت اور اسکی عظمت کے

مظاہرہ کرنا ہے۔ اسلئے گھر سے نکلتے ہی عیدگاہ کے راستے میں مسلمان تکبیر پڑھتے جائیں۔ تکبیر کے الفاظ اس طرح ادا کئے جائیں :

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ

عید الفطر کے سنن و مستحبات !

نماز عید الفطر ادا کرنے کیلئے عیدگاہ جانے سے پہلے ہر مسلمان کیلئے بذیل درج نو باتیں مسنون اور مستحب ہیں :

۱۔ غسل کرنا، ۲۔ مسواک کرنا، ۳۔ حسب حیثیت عمدہ لباس پہننا، ۴۔ خوشبو اور عطر ملنا، ۵۔ عیدگاہ جانے سے پہلے کھجور، چھوہارہ یا کوئی میٹھی چیز کھانا، ۶۔ عید الفطر کی نماز سے پہلے صدقہ فطر ادا کرنا، ۷۔ عیدگاہ پیدل جانا، جس راستہ سے عیدگاہ جاؤ گے اس راستہ کو چھوڑ کر دوسرے راستے واپس آنا، ۸۔ اپنے مسلمان بھائیوں سے مصافحہ کرنا اور گلے ملتے رہنا، ۹۔ عیدگاہ جانے وقت راستہ میں آہستہ آہستہ تکبیر پڑھنا۔ (تکبیر اوپر درج ہے) ۔ ۔

(بقیہ صد ۱۰۴) ...... اُن میں سے جو زیادہ حاجتمند ہوں ان کو زکوٰۃ دینے میں زیادہ ثواب ہے۔ اُن کے بعد اپنے پڑوسیوں۔ اور اسی طرح خالص دینی مدارس کے ان طلباء کے مصارف کے لئے زکوٰۃ دینا زیادہ ثواب ہے جو دینی تعلیم حاصل کرنے کے باوجود مسافر بھی ہوں کہ ایسے طلباء ابن السبیل میں داخل ہیں۔ جو لوگ اس کے خلاف کہتے ہیں اصل میں وہ اسلامی علوم کی نشر و اشاعت کے دشمن ہیں ۔۔۔

طریقہ نمازِ عید الفطر

عید الفطر کی نماز دو۲ رکعت ہے، جس کے لئے نہ اذان کی ضرورت ہے نہ تکبیر کی۔ جس وقت امام صاحب مصلّے پر آ جائے اور نماز کے لئے صفیں سیدھی ہو جائیں تو مقتدیوں کو اس نماز کے لئے اس طرح نیت کرنی چاہیئے:

"میں نیت کرتا ہوں دو۲ رکعت نمازِ واجب عید الفطر کی معہ چھ۶ تکبیرات زائد کے اس امام کے پیچھے"

پھر اللّٰہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لیں اور "سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ..... آخر تک پڑھیں، پھر امام صاحب کی تکبیر پر اپنے دونوں ہاتھ کانوں تک اُٹھا کر (جیسا کہ تکبیر تحریمہ کہتے وقت اُٹھا کرتے ہیں۔) چھوڑ دیں۔ پھر امام صاحب کی دوسری تکبیر پر اسی طرح دونوں ہاتھ کانوں تک اُٹھا کر چھوڑ دیں، اور تیسری تکبیر پر پھر دونوں ہاتھ کانوں تک اُٹھا کر باندھ لیں اور امام صاحب کی قرأت سُنیں اور رکوع سجدہ وغیرہ حسبِ قواعد کریں۔ (عیدین کی نماز میں پہلی رکعت میں امام صاحب کی قرأت سے پہلے تین۳ زائد تکبیریں کہی جاتی ہیں۔) ـــــ پھر جب امام صاحب جب دوسری رکعت کے

کے لئے کھڑا ہو جائے، آپ ہاتھ باندھیں کھڑے رہیں اور امام صاحب کی قرأت سنتے رہیں۔ (دوسری رکعت میں زائد تکبیرات قرائت کے بعد کہی جائیں گی۔) قرأت کے بعد امام صاحب کے ساتھ تین تکبیریں کہیں، اور تینوں تکبیروں میں ہاتھ چھوڑے رکھیں۔ تیسری تکبیر کہہ کر ہاتھ چھوڑے کھڑے رہیں۔ پھر امام صاحب کے ساتھ تکبیر کہہ کر رکوع میں جائیں اور باقی نماز حسبِ قواعد شرعیہ ادا کر لیں۔

نماز سے فراغت کے بعد خطبۂ عید سنیں جس طرح خطبہ جمعتہ المبارک سننا واجب ہے اسی طرح عیدین کا خطبہ سننا بھی واجب ہے۔ خطبہ سننے کے بعد مسلمانوں کو ایک دوسرے سے معانقہ کرنا یا عید کی مبارک باد دینا چاہیئے۔

ہاں یہ یاد رہے کہ دورانِ خطبۂ عیدین ایک دوسرے سے بات چیت کرنا، مصافحہ یا معانقہ کرنا خلاف شرع ہے۔ مسلمانوں کو ان سے احتراز کرنا چاہیئے۔

احکامِ صدقۂ فطر

یہ بات پہلے بتائی جا چکی ہے کہ روزہ دار مجسّم نیکی ہوتا ہے اور اس کی روح فرشتوں کی سی زندگی گزارتی ہے تو وہ غیبت کرتا ہے نہ جہالت کے کام کرتا ہے۔ مگر پھر بھی وہ معصوم نہیں ہے اس سے غلطیاں اور لغزشیں ہو سکتی ہیں، گناہ اور برائیوں میں مبتلا ہو سکتا ہے، زبان سے لغو اور بے ہودہ باتیں نکل سکتی ہیں ظاہر ہے کہ ایسی حالت میں روزہ دار ان عیوب اور نقصان سے پاک وصاف نہیں رہے گا۔ اسی لئے رحمۃ للعالمین پیغمبر محمد احمد حضرت محمد مصطفٰے احمد مجتبٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے سارے روزہ داروں کو ان نقائص سے پاک وصاف اور مقبول ہونے کے لئے ایک نہایت ہی سہل اور آسان صورت بنائی ہے جسے اصطلاحِ شرع میں "صدقۂ فطر" کہتے ہیں۔

"رمضان المبارک کے روزے آسمان اور زمین کے درمیان معلق رہتے ہیں اور جب تک صدقۂ فطر ادا نہ کیا جائے روزہ دار کے روزے قبول نہیں ہوتے۔" (الحدیث)

نے صدقہ فطر فرض کیا ہے روزہ دار کے روزے کو لغو اور فحش گوئی سے پاک اور صاف کرنے کے لیے۔" (ابن ماجہ)

صدقۂ فطر کس پر واجب ہے!

ہم احناف کے نزدیک صدقۂ فطر ان لوگوں پر واجب ہے جو صاحبِ نصاب ہوں۔ یعنی صدقہ فطر ان لوگوں کے ذمہ ہے جن پر زکوٰۃ فرض ہے۔ مگر اتنی بات ہے کہ زکوٰۃ اس مال پر فرض ہوتی ہے جس پر مالک کے پاس ایک سال گذر جائے۔ اور صدقۂ فطر میں یہ شرط نہیں۔ پس اگر کوئی مال کے نصاب میں سے کسی بھی النصاب کا عید کے صبح صادق سے واجب ہے۔ گیہوں یا گیہوں کا آٹا پونے دو سیر انگریزی وزن سیر یا اس کی قیمت، یا جو یا اس کا آٹا ساڑھے تین سیر یا اس کی قیمت مطابق نرخ عام صبح کو نمازِ عید سے پہلے ادا کرنا چاہیئے۔ اگر عید کی نماز کے بعد ادا کیا گیا تو صدقہ فطر ادا نہ ہوگا اور صدقہ فطر کا ثواب نہیں ملے گا۔ بلکہ صدقہ اور خیرات کے حکم میں ہو جائے گا۔

جس نے صدقہ فطر قبل از نمازِ عید ادا کیا تو وہ صدقہ فطر قبول ہوگا اور جس نے بعد نماز ادا کی تو وہ مطلق خیرات کے حکم میں جائیگا۔ (ابو داؤد)

اگر قوم کی طرف سے کوئی نظام مقرر ہے جہاں سے زکوٰۃ و صدقات

ان کے مصارف میں دیانتداری کے ساتھ پہنچایا جاتا ہے، وہاں عید کے دو ایک دن پہلے بھیج دینا (تاکہ وہ سب جمع ہو کر باقاعدہ مستحقین کو ادا کر دیا جائے) تو یہ جائز ہے۔

صدقہ فطر کسقدر اور کن چیزوں سے دینا چاہئیے

صدقۂ فطر اس غلہ سے دینا چاہیئے جو عام طور پر وہاں کے لوگوں کی خوراک ہو۔ اگر عام طور پر چاول کھایا جاتا ہے تو چاول ہی دینا چاہئیے۔ علاوہ ازیں ناصاف چیز دینا نقصِ ثواب کا باعث ہوتا ہے احتیاط کے طور پر چار سیر انگریزی وزن کی شالی، مکئی اور جَو، دو سیر چاول یا گیہوں یا آٹا فی کس قرار دیا گیا ہے۔ اور جنس کے بجائے ان اشیاء کی قیمت مطابق نرخِ مروجہ ادا کرنا بھی جائز ہے۔

صدقۂ فطر کے لئے اپنے عزیز و اقارب (اگر وہ مستحق ہوں) سب سے زیادہ مستحق ہیں۔ ایک ہی آدمی کو کئی آدمیوں کا صدقہ فطر دیا جائے تو زیادہ ثواب ہوگا اور درست ہے۔ اور اگر ایک آدمی کا صدقہ فطر کئی محتاجوں کو دیا جائے تب بھی درست ہے۔ صدقۂ فطر مؤذن یا امام کو اُجرت میں دینا جائز نہیں، اور تعمیر مسجد اور اس کے مصارف میں لگانا بھی درست ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو احکام اسلام پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

صلوٰۃ التسبیح کا بیان

چونکہ رمضان المبارک خالص عبادت و ریاضت کا مہینہ ہے۔ اس لئے اس موقع پر "صلوٰۃ التسبیح" معہ ضروری مسائل یہاں تحریر میں لانا ضروری ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ مجھے اور تمام قارئین کرام کو اس نماز کے پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْم۔

صلوٰۃ التسبیح ؛ بڑی اہم نماز ہے جس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ حضرت سید المرسلین جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے کس قدر شفقت اور اہتمام سے اس کی تعلیم امت کو فرمائی ہے۔ علماء، محدثین، فقہاء اور صوفیاء کرام رحمہم اللہ علیہم اجمعین ہر زمانہ میں اس کا اہتمام فرماتے رہے ہیں۔

امام حدیث حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس حدیث مبارک کے صحیح ہونے پر یہ بھی دلیل ہے کہ تبع تابعینؒ کے زمانہ سے ہمارے زمانہ تک معتمد حضرات اس پر مداومت کرتے اور لوگوں کو تعلیم دیتے

رہے ہیں، جن میں حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں۔

حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن مبارکؒ سے پہلے حضرت ابوالجوزاء رحمۃ اللہ علیہ جو معتمد تابعی ہیں، اس نماز کا اہتمام کیا کرتے تھے۔

روزانہ جب نمازِ ظہر کی اذان ہوتی تو اپنی مسجد شریف میں جاتے اور جماعت کے وقت اس کو پڑھا لیا کرتے۔ حضرت عبدالعزیز بن ابی رواد رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت ابن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کے استاد ہیں، بڑے عابد اور متقی لوگوں میں سے ہیں، فرماتے ہیں: کہ،

"جو جنت کا ارادہ کرے اس کیلئے ضروری ہے کہ "صلوٰۃ التسبیح" کو مضبوطی سے پکڑ لے۔"

حضرت ابوعثمان حیری رحمۃ اللہ علیہ جو بڑے زاہد ہیں، فرماتے ہیں: کہ "میں نے مصیبتوں اور غموں کے ازالہ کے لئے "صلوٰۃ التسبیح" جیسی کوئی چیز نہیں دیکھی۔"

حضرت تقی سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "کہ یہ نماز بڑی اہم ہے۔"

بعض لوگوں کی انکار کی وجہ سے دھوکہ میں نہ پڑنا چاہیئے۔ جو لوگ اس نماز کے ثواب کو سن کر بھی غفلت کرے، وہ دین کے بارے میں سستی کرنے والا ہے، صلحاء کے کاموں سے دور ہے اور

اس کو پکّا مسلمان نہ سمجھنا چاہیئے۔

۱۔ مرقاۃ، میں لکھا ہے: کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہر جمعۃ المبارک کو یہ نماز پڑھا کرتے تھے۔

۲۔ بعض علمائے اسلام رحمہم اللہ علیہم اس وجہ سے اس حدیث کا انکار کیا ہے۔ کہ اتنا زیادہ صرف چار رکعات پر مشکل ہے بالخصوص کبیرہ گناہوں کا معاف ہونا۔ لیکن جب روایت بہت سے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے منقول ہے تو انکار مشکل ہوا البتہ دوسری آیات کریمہ اور احادیث مبارکہ کی وجہ سے کبیرہ گناہوں کی معافی کے لئے توجہ کی شرط ہو گی۔

۳۔ نماز صلوٰۃ التسبیح کے دو طریقے بتلائے گئے ہیں:

اوّل: یہ کہ کھڑے ہو کر "اَلْحَمْدُ" شریف اور دوسرا کوئی سے قرآنی سورہ کے بعد پندرہ ۱۵ مرتبہ چاروں کلمے:

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔ (وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ) پڑھے

پھر رکوع میں "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمُ" کے بعد دس مرتبہ پڑھے پھر رکوع سے کھڑے ہو کر "سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ، رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ" کے بعد پھر دس مرتبہ پڑھے۔ پھر دونوں سجدوں میں "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی" کے بعد دس دس مرتبہ پڑھے

اور دونوں سجدوں کے درمیان جب بیٹھے (یعنی قعدہ میں) تو دس مرتبہ یہ تسبیح پھر پڑھے۔ اور پھر جب دوسرے سجدے سے اُٹھے تو "اللہُ اکبر" کہتا ہوا اٹھے، اور بجائے کھڑے ہونے کے بیٹھ جائیے، اور پھر دس مرتبہ تسبیح پڑھ کر بغیر "اللہُ اکبر" کے کہنے کے کھڑے ہو جائیے اس طرح پہلی رکعت کے مکمل ہونے پر کل پچھتر (۷۵) بار یہ تسبیح آگئی اور پھر اسی طرح چاروں رکعتوں میں یہی عمل دہراتے رہیئے چوتھی کے بعد پہلے ان کلمات کو دس مرتبہ پڑھیئے پھر التحیات پڑھے۔

دوسرا طریقہ یہ ہے: کہ سُبحانکَ اللّٰھُمَّ ....الخ کے بعد اَلحمدُ شریف سے پہلے پندرہ ۱۵ مرتبہ یہ کلمات پڑھے پھر اَلحمدُ شریف اور کوئی سی دوسری سورہ کے بعد دس مرتبہ پڑھے اور باقی سب طریقے (حسبِ اندراج) بدستور۔ البتہ اس صورت میں نہ تو دوسرے سجدہ کے بعد بیٹھنے کی ضرورت ہے اور نہ التحیات کے ساتھ پڑھنے کی۔ علمائے کرام نے لکھا ہے: کہ، بہتر یہ ہے کہ کبھی اُس طرح پڑھ لیا کرے، کبھی اِس طرح۔

۴۔ چونکہ یہ نماز عام سے رائج نہیں ہے اس لئے اس کے متعلق چند ضروری مسائل بھی لکھے جاتے ہیں تاکہ پڑھنے والوں کو سہولیت ہو سکے۔

مسئلہ ۱: اس نماز کے لئے کوئی سورہ قرآت کا متعین نہیں

جو سورہ دل میں آئے پڑھ لے۔ لیکن بعض علمائے کرام رحمہم اللہ نے لکھا ہے کہ "سورۃ الحدید" "سورۃ الحشر" "سورۃ الصف" "سورۃ الجمعہ" "سورۃ التغابن" میں سے چار رکعتوں میں چار سورتیں پڑھیں۔

بعض حدیثوں میں بیس آیتوں کی بقدر آیا ہے۔ اس لئے ایسی سورتیں پڑھے جو بیس آیتوں کے قریب ہوں۔

بعض علمائے نے سورۂ "اذا زلزلت" "والعادیات"، سورۂ "التکاثر" سورۂ "والعصر" "سورۂ "کافرون"، سورۂ "نصر" اور سورۂ اخلاص" لکھا ہے۔ کہ ان سورہ شریفوں میں سے پڑھ لیا کرے۔

مسئلہ ۲ = ان تسبیحوں کو زبان سے ہرگز نہ گنے، کیونکہ زبان سے گننے سے نماز ٹوٹ جائے گی۔ انگلیوں کو بند کر کے گننا اور تسبیح ہاتھ میں لے کر اس پر گننا جائز ہے، اگر مکروہ ہے۔ بہتر یہ ہے کہ انگلیاں جس طرح اپنی جگہ پر رکھی ہیں ویسی ہی رہیں۔ اور ہر کلمہ پر ایک ایک انگلی دباتا رہے۔

مسئلہ ۳ = اگر کسی جگہ تسبیح پڑھنا بھول جائے تو دوسرے رکعت میں اس کو پورا کرے۔ البتہ بھولے ہوئے کی قضا، رکوع سے

اُٹھ کر دو سجدوں کے درمیان نہ کرے۔ اسی طرح پہلی اور تیسری رکعت کے بعد اگر بیٹھے تو ان میں بھی بھُولے ہوئے کی قضا نہ کرے بلکہ صرف اُن کی ہی تسبیح پڑھے اور ان کے بعد جو رکن ہو اس میں بھولی ہوئی بھی پڑھ لے۔ مثلاً: اگر رکوع میں پڑھنا بھول گیا تو اس سے پہلے سجدہ میں پڑھ لے۔ اسی طرح پہلے سجدہ کی دوسری سجدہ میں، اور دوسری سجدہ کی دوسری رکعت میں کھڑا ہو کر پڑھ لے، اور اگر پھر بھی رہ جائے تو آخری قعدہ میں التحیات سے پہلے پڑھ لے۔

مسئلہ ۶۴ = اگر سجدۂ سہو کسی وجہ سے پیش آجائے تو اس میں تسبیح نہیں پڑھنا چاہیئے۔ اس (تسبیحات) کی مقدار تین سو (۳۰۰) ہے وہ پوری ہو چکی۔ ہاں اگر کسی وجہ سے اس مقدار میں کمی رہی ہو تو سجدہ سہو میں پڑھ لے۔

مسئلہ ۶۵ = بعض احادیث مبارکہ میں آیا ہے کہ التحیات کے سلام سے پہلے یہ دُعا پڑھ لے،

" (رواہ ابو نعیم فی الحلیۃ من حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ولفظہ اذا فرغت قلت بعد التشھد قبل التسلیم اللّٰھم... الخ

کذا فی الاتحاف وقال اوردہ الطبرانی ایضا مِنْ حدیث العباس رضؓ وفی سندہ متروک اھ قلت زاد فی المرقاۃ فی آخر الدعاء بعض الالفاظ بعد قولہٗ خالق النور.... زدتہا تکمیلاً للفائدہ۔")

دُعا یہ ہے!

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ تَوْفِیْقَ اَھْلِ الْھُدٰی وَاَعْمَالَ اَھْلِ الْیَقِیْنِ وَمُنَاصَحَۃَ اَھْلِ التَّوْبَۃِ وَعَزْمَ اَھْلِ الصَّبْرِ وَجِدَّ اَھْلِ الْخَشْیَۃِ وَطَلَبَ اَھْلِ الرَّغْبَۃِ وَتَعَبُّدَ اَھْلِ الْوَرَعِ وَعِرْفَانَ اَھْلِ الْعِلْمِ حَتّٰی اَخَافَکَ، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مَخَافَۃً تَحْجُزُنِیْ بِھَا عَنْ مَّعَاصِیْکَ رِضَاکَ وَحَتّٰی اَنَّا صِحُکَ فِی التَّوْبَۃِ خَوْفًا مِنْکَ وَحَتّٰی اُخْلِصَ لَکَ النَّصِیْحَۃَ

حَسْبَالِکَ وَحَتّٰی التَّوَکُّلَ عَلَیْکَ فِی الْاُمُوْرِ
حُسْنَ الظَّنِّ بِکَ سُبْحَانَ خَالِقِ النُّوْرِ
رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْلَنَا اِنَّکَ
عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ
الرّٰحِمِیْنَ۔"

اس دُعا کا ترجمہ!

"اے اللہ! میں آپ سے ہدایت والوں کی سی توفیق مانگتا ہوں، اور یقین والوں کے عمل اور توبہ کرنے والوں کا سا خلوص مانگتا ہوں، اور صابرین کی سی پختگی، اور آپ سے ڈرنے والوں کی سی کوشش (یا احتیاط) مانگتا ہوں۔ اور رغبت والوں کی سی طلب اور پرہیزگاروں کی سی عبادت، اور علماء کی سی معرفت۔ تاکہ آپ سے ڈرتے رہوں، ایسا ڈر جو مجھے آپ کی نافرمانی سے روک دے تاکہ میں آپ کی اطاعت سے ایسے عمل کرنے لگوں، اور تاکہ سچا اخلاص آپ

کی محبت کی وجہ سے کرنے لگوں، تاکہ آپ کے ساتھ
حُسنِ ظن کی وجہ سے آپ پر توکّل کرنے لگوں ـــ
اے نُور کے پیدا کرنے والے! تیری ذاتِ مقدس پاک
ہے ـــ اے ہمارے رَبّ! ہمیں کامل نُور عطا فرما اور
تُو ہماری مغفرت فرما، بے شک تُو ہر چیز پر قادر ہے
اے ارحم الرّاحمین! اپنی رحمت سے (میری) درخواست
قبول فرما۔"

مسئلہ ۶ = اس نماز "صَلوٰۃُ التَّسبِیح" کے اوقاتِ
مکروہہ کے علاوہ باقی دن رات کے تمام اوقات میں پڑھنا جائز
ہے۔ البتہ زوال کے بعد پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔ پھر دن میں کسی
وقت پھر رات کو۔

مسئلہ ۷ = بعض حدیثوں میں سوّم کلمہ کے ساتھ
"لَاحَول" کو بھی ذکر کیا گیا ہے جیسا کہ تیسری حدیث
میں گزرا۔ اس لئے اگر کبھی کبھی اس کو پڑھ لے تو اچھا ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن

فضائل وآدابِ دُعاء

"چونکہ رمضان المبارک دُعاؤں اور التجاؤں کا مہینہ ہے اس لئے مناسب ہوگا کہ ہم فضائل وآدابِ دُعا، اوقاتِ اجابتِ دُعا، مقبولیتِ دُعا کی بھی اس کتاب میں نشاندہی کرینگے۔ ممکن ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہم کو دعاؤں کی توفیق عطا فرماکر مغفرت فرمائے۔" امین

احادیثِ معتبرہ میں دُعا کے لئے مفصلہ ذیل آداب کی تعلیم فرمائی گئی ہے، جن کو ملحوظ رکھکر دُعا کرنا بلاشبہ کلید کامیابی ہے لیکن اگر کوئی شخص کسی وقت ان تمام یا بعض آداب کو جمع نہ کرسکے تو یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ دُعا ہی کو چھوڑیں بلکہ دُعا ہر حال میں مفید ہی مفید ہے اور بہر حال اللہ جلّ شانہٗ سے قبول کی اُمید رکھنی چاہیے۔

یہ آداب مختلف احادیثِ مبارکہ میں وارد ہوئے ہیں۔ پوری

حدیث نقل کرنے میں رسالہ طویل ہوتا ہے اس لئے صرف خلاصۂ مضمون اور اس کتاب کے حوالہ پر اکتفا کیا جاتا ہے جس میں یہ حدیث سند کے ساتھ موجود ہے :

- : ادب ۱ = کھانے، پینے، پہننے اور کمانے میں حرام سے بچنا ، (رواہ مسلم، ترمذی وغیرہ)
- : ادب ۲ = اخلاص کے ساتھ دعا کرنا، دل میں یہ تصوّر نہ کرنا کہ اللہ تعالیٰ ہمارا مقصد پورا نہیں کرتا ،
- : ادب ۳ = دعا سے پہلے کوئی نیک کام کرنا اور وقتِ دعا اس کا اس طرح ذکر کرنا کہ : یا اللہ ! میں نے آپ کی رضامندی کے لئے فلاں عمل کیا ہے، آپ اس کی برکت سے میرا یہ کام پورا کر دیجئے ، (مسلم، ترمذی)
- : ادب ۴ = پاک وصاف ہو کر دعا کرنا ، (سنن اربعہ، ابن حبان، مستدرک، حاکم)
- : ادب ۵ = وضو کرنا ، (صحاح ستہ عن ابی موسیٰ الاشعریؓ)
- : ادب ۶ = دعا کے وقت قبلہ رو ہونا ، (صحاح ستہ عن عبداللہ بن زیدؓ)

- : ادب ۷ = دو زانو ہو کر بیٹھنا ، (ابو عوانہ سعد بن وقاصؓ)
- : ادب ۸ = دُعا کے اول و آخر میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی حمد و ثنا کرنا ، (صحاحِ ستہ عن انس بن مالکؓ)
- : ادب ۹ = اسی طرح دُعا کے اوّل و آخر میں رسالت مآب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود پڑھنا ، (ابو داؤدؒ، ترمذیؒ، نسائیؒ، ابن ماجہؒ)
- : ادب ۱۰ = دعا کے لئے اپنے دونوں ہاتھ پھیلانا ، (ترمذیؒ، حاکمؒ)
- : ادب ۱۱ = دونوں ہاتھ کو دُعا مانگنے کے لئے مونڈھوں تک اٹھانا ، (ابو داؤدؒ، مسند احمدؒ، حاکمؒ)
- : ادب ۱۲ = ادب و تواضع کے ساتھ بیٹھنا ، (مسلمؒ، ابو داؤدؒ، ترمذیؒ)
- : ادب ۱۳ = اپنی محتاجی اور عاجزی کو دُعا کرتے وقت ذکر کرنا ، (ترمذیؒ، وغیرہ)
- : ادب ۱۴ = اللہ جل شانہٗ کے اسماءِ حسنیٰ اور صفات عالیہ کا ذکر کر کے دُعا کرنا ، (ابن ماجہ، مستدرک)
- : ادب ۱۵ = دُعا کے وقت اوپر (آسمان) کی طرف نظر نہ اٹھانا ، (مسلم شریف)

- : ادب ۱۶ = الفاظِ دعا میں قافیہ بندی کے تکلف سے بچنا، (بخاری شریف)

- : ادب ۱۷ = دعا اگر نظم میں ہو تو گانے کی صورت سے بچنا، (حصن یہ رمز موصوف)

- : ادب ۱۸ = دعا کے وقت حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور دوسرے مقبول و صالح بندوں کے ساتھ توسیل کرنا، یعنی یہ کہنا کہ: یا اللہ! ان بزرگوں کے طفیل میری دعا قبول فرما، (بخاری، بزاز، حاکم وغیرہ)

- : ادب ۱۹ = دعا میں آواز پست کرنا، (صحاح ستہ عن ابی موسیٰ رض)

- : ادب ۲۰ = اُن دعاؤں کیساتھ دعا کرنا جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہیں کیونکہ آپ نے دین و دنیا کی کوئی حاجت چھوڑی نہیں جسکی تعلیم نہ فرمائی ہو، (ابو داؤد، نسائی)

- : ادب ۲۱ = ایسی دعا کرنا جو اکثر حاجات دینی و دنیوی کو حاوی و شامل ہو، (ابوداؤد، نسائی)

- : ادب ۲۲ = دعا میں اوّل اپنے لئے، پھر اپنے والدین کو، اور پھر دوسرے مسلمان بھائیوں کو شریک کرنا، (مسلم شریف وغیرہ)

- : ادب ۲۳ = اگر امام ہو تو تنہا اپنے لئے دعا نہ کرے، بلکہ

سب شرکاء جماعت کو دُعا میں شریک کرے ، (ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ)

روایت = ابو داؤد میں آیا ہے کہ جو امام صاحب اپنے نفس کو دُعا میں خاص کرے اس نے قوم سے خیانت کی ۔۔ مراد یہ ہے کہ نماز کے اندر امام ایسی کوئی دُعا نہ مانگے جو صرف اس کے ذات کے ساتھ وابستہ یا مخصوص ہو۔ مثلاً یہ کہ : "اَللّٰھُمَّ اِشْفِ اِبْنِيْ" یعنی: اے اللہ ! میرے بیٹے کو شفا دے ۔" یا :" اَرْجِعْ اِلَيَّ ضَالَّتِيْ" یعنی : میرے گم شدہ چیز کو واپس دیدے ۔"

بلکہ ایسی دُعا کرنا چاہیئے جس میں سب مقتدی شامل ہوں جیسے : "اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَنَا وَارْحَمْنَا " وغیرہ

ھٰذا ما اشارہ شیخنا حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی دامت برکاتھم۔

وللشراح الحدیث فیہ مقامات .... واللہ اعلم

- ادب ۲۴۶ = عزم کے ساتھ دُعا کرے ۔یوں نہ کہے کہ " یا اللہ ! اگر تو چاہے تو میرا کام پورا کر دے " (صحاح ستہ)
- ادب ۲۵۰ = ہمیشہ دُعا رغبت اور شوق کے ساتھ کیا کرے ، (ابن حبان عن ابی ہریرۃ رض)

- ادب ۲۶ : جس قدر ممکن ہو دعا میں پورے حضورِ قلب کی کوشش کرے، اور قبولِ دعا کی امیدِ قوی رکھے۔ (مستدرک، حاکم)

- ادب ۲۷ = دعا میں تکرار کرنا، یعنی بار بار دعا کرنا، (بخاری و مسلم) اور کم سے کم تکرار کا تین مرتبہ ہے (ابوداؤد)

(ف) : ایک ہی مجلس میں تین مرتبہ دعا کو مکرر کرنے یا تین مجلسوں میں، دونوں طرح تکرارِ دعا صادق ہے[1]۔

- ادب ۲۸ = دعا میں الحاح واصرار کرے۔ (نسائی و حاکم)

- ادب ۲۹ = کسی گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہ کرے، (مسلم، ترمذی)

- ادب ۳۰ = کسی محال چیز کی دعا نہ کرے۔ (مسلم، ترمذی)

- ادب ۳۱ = ایسی چیز کی دعا نہ کرے جو طے ہو

حاشیہ

[1] : لیکن یہ تکرار انفراداً ہو، جماعت کے ساتھ دعاءِ ثانیہ اور ثالثہ جو بعض بلاد میں رائج ہو۔ اس کا ثبوت حضرات صحابہؓ و تابعینؒ اور سلف صالحین سے نہیں، اس کا التزام بدعت ہے (۱۲ منہ)

حکمی ہے (یعنی: کوئی عورت یہ دُعا کرے کہ وہ مرد ہو جائے یا بلند قد ہونے کی دُعا نہ کرے کہ پست قد ہو جاؤں، (نسائی)

- : ادب ۳۲ = اللہ تبارک و تعالیٰ کی رحمت کو صرف اپنے لئے ہی مخصوص کرنے کی دُعا نہ کرے، (بخاری، ابوداؤد)

- : ادب ۳۳ = اپنی تمام حاجتیں صرف اللہ وحدہٗ لاشریک سے ہی طلب کرے، مخلوق پر بھروسہ نہ کرے، (ترمذی، ابن ماجہ)

- : ادب ۳۴ = دُعا کرنے والا (امام صاحب) بھی آخر میں آمین کہے اور سُننے والا بھی، (بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی)

- : ادب ۳۵ = دُعا کے بعد دونوں ہاتھ اپنے چہرے پر پھیرے، (ابوداؤد، ترمذی، ابن حبان)

- : ادب ۳۶ = مقبولیت دُعا میں جلدی نہ کرے۔ یعنی یہ نہ کہے: کہ میں نے دُعا کی تھی اب تک قبول کیوں نہ ہوئی (بخاری، مسلم)

اجَابتِ اَوقات

(یعنی دُعائے قبول ہونیکے خاص وقت)

شروع رسالہ میں بحوالہ حدیث یہ بتایا گیا ہے کہ دُعا ہر وقت قبول ہو سکتی ہے، اور ہر وقت مقبولیت کی توقع ہے ــــ مگر جو اوقات اس جگہ لکھے جاتے ہیں، ان میں مقبول ہونے کی توقع بہت زیادہ ہے۔ اس لئے ان اوقات کو ضائع نہ کرنا چاہیئے۔ (مؤلف)

- "شبِ قدر"

رمضان المبارک کے عشرۂ اخیر کی طاق راتیں یعنی، اکیسویں[۲۱]، تئیسویں[۲۳]، پچیسویں[۲۵]، ستائیسویں[۲۷] اور انتیسویں[۲۹] ــــ ان تاریخوں میں سب سے زیادہ ستائیسویں[۲۷] رات قابل اہتمام ہے (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

- "یوم عرفہ"

یوم عرفہ (یعنی شب عید) بھی قبولیت دُعا کے لئے نہایت

مبارک و مخصوص دن ہے۔ (ترمذی)

- **"ماہ رمضان المبارک"**

رمضان المبارک کے تمام دن و راتیں برکات و خیرات کے ساتھ مخصوص ہیں، اور اس ماہِ مقدس کے سب دنوں میں دعائیں قبول کی جاتی ہیں۔ (ترمذی، حاکم عن ابنِ عباسؓ)

- **"شبِ جمعۃ المبارک"**

شب جمعہ (یعنی ویروار کی رات) بھی نہایت اور مقبولیتِ دعا کے لئے مخصوص ہے، (ترمذی، حاکم عن ابن عباسؓ)

- **"روز جمعۃ المبارک"**

جمعۃ المبارک کا دن قبولِ دعا کے لئے نہایت ہی مبارک ساعت ہے۔ (ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان، حاکم)

- **"ہر رات"**

(۱) ہر رات میں یہ اوقات دعا کے لئے مخصوص ہے۔ رات کا ابتدائی حصہ، تنہائی رات۔ خاص کر

(۲)۔ آخری تنہائی رات (احمد ابو العلی)،

(۳)۔ آدھی رات (مسند احمد)،

(۴)۔ آدھی رات کا وقت (طبرانی)،

(۵)۔ سحر کا وقت (صحاح ستہ)۔

"ساعت جمعۃ المبارک"

احادیث صحیحہ میں ہے کہ جمعۃ المبارک کے روز ایک ایسی گھڑی آتی ہے کہ اس میں جو دعا کی جاتی ہے قبول ہوتی ہے مگر اس گھڑی کے تعین میں روایات و اقوالِ علمائے کرام مختلف ہیں۔ محققین کے نزدیک فیصلہ یہ ہے کہ یہ گھڑی (ساعت) جمعۃ المبارک کے دن دائر و سائر رہتی ہے۔ کبھی کسی وقت میں آتی ہے۔ مگر تمام روایات میں زیادہ روایت و اقوال حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین و تابعین رحمہم اللہ علیہم اجمعین وغیرہم سے جمعۃ المبارک کے دو ساعتوں کو ترجیح ثابت ہے۔

اوّل :۔ جس وقت امام صاحب خطبہ جمعۃ المبارک کے لئے ممبر پر آنے سے لیکر نماز جمعہ سے فارغ ہونے تک۔

(مسلم عن ابی موسیٰ الاشعریؓ)

(ف) مگر دوران خطبہ جمعۃ المبارک دُعا زبان سے نہ کرے کہ یہ ممنوع ہے، بلکہ دُعا دل میں ہی مانگے۔ یا خطبہ میں جو دُعائیں خطیب مانگتا ہے ان پر دِل ہی دل میں آمین کہا جائے۔

دوم :۔ عصر کے وقت سے غروب آفتاب تک۔ (ترمذی)

(ف) - اس لئے صاحبِ حاجت کو چاہیئے کہ دونوں وقتوں کو دُعاؤں میں اپنے آپ کو مشغول رکھے کہ اتنی بڑی نعمت کے مقابلہ میں دونوں وقت تھوڑی دیر کے لئے مسجد شریف میں مشغول رہنا کوئی مشکل چیز نہیں ۔ فقط

واللّٰہُ سُبحانَ تعالیٰ اعلم ۔

مقبولیت دُعا کے خاص حالات

جس طرح مخصوص اوقات مقبولیت دُعا میں اثر رکھتے ہیں ، اسی طرح انسان کے بعض حالات کو بھی حق تعالےٰ اجلّ شانہٗ نے مقبولیت دُعا کے لئے مخصوص فرمایا۔

جن حالات میں مسلمان کی کوئی دُعاء ردّ نہیں کی جاتی وہ حالات یہ ہیں :-

- اذان کے وقت ، (ابوداؤد، مستدرک)
- اذان و اقامت کے درمیان (ابوداؤد وغیرہ)
- حَیَّ عَلَے الصَّلٰوۃ ، حَیَّ عَلَے الفلاح

اذان کے (اِن کلمات پر) الفاظ کے اس شخص کے لئے

جو کسی مصیبت میں گرفتار ہوا ہو اس وقت بصدق دل
اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعاء مانگنا بہت ہی مفید و مجرب ہے ،
(مستدرک وغیرہ)

- جہاد میں (مجاہدین کے) صف باندھنے کے وقت ،
(ابن حبان ، طرانی ، مؤطا)

- فرض نمازوں کے بعد ، (ترمذی ، نسائی)

- جہاد (فی سبیل اللہ) میں گھمسان لڑائی کے وقت
(مسلم ، ابوداؤد)

(ف) مگر فرائض میں نہیں ۔

- تلاوت قرآن حکیم کے بعد ، (ترمذی شریف)
بالخصوص ختم قرآن حکیم کے بعد ، (طرانی ، ابوالعلی وغیرہ)

- قرآن حکیم کے پڑھنے والے کی دعاء بہ نسبت (قرآن
پاک کے سننے والوں کے زیادہ مقبول ہے ، (ترمذی ، طرانی)

- آب زمزم کے پینے کے وقت ، (مستدرک ، حاکم وغیرہ)

- میت کے پاس حاضر ہوتے وقت ،
یعنی ؛ جو شخص نزع کی حالت میں ہو اس کے پاس آنے
کے وقت بھی دعاء قبول ہوتی ہے ، (مسلم ، سنن اربعہ)

● ۔ مرغ کے آواز (اذان) دیتے وقت ،
(بخاری ، مسلم ، ترمذی ، النسائی)

● ۔ مسلمانوں کے (خاص کر مذہبی مجالس) اجتماع کے وقت
(صحاح ستہ عن عطیۃ الانصاری رض)

● ۔ مجالس ذکر اللہ و ذکر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم میں ، (بخاری ، مسلم ، ترمذی)

● ۔ امام صاحب (نماز میں) کے : وَلَا الضَّآلِّیْنَ" کہنے کے وقت ، (مسلم ، ابو داؤد ، نسائی ، ابن ماجہ)

(ف) ۔ بظاہر حضرت امام جوزی رحمۃ اللہ علیہ کی مراد اس سے وہ حدیث مبارک ہے جو حضرت امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے "باب التشہد" میں ذکر کی ہے ۔ : یعنی

وَ اذا اقرأ " غیر المغضوب علیہم ولا الضالین " فقولوا : " آمین " یجبکم اللہ تعالیٰ

یعنی :۔ جب امام صاحب : وَلَا الضَّآلِّیْنَ " کہے تو تم " آمین " کہو ۔ حق تعالیٰ تمہاری دعا قبول فرمائیں گے ۔"

اس سے معلوم ہوا کہ اس موقع پر دعا سے مراد صرف

"آمین" کہنا ہے، دوسری دُعا مراد نہیں۔ (اور آمین بھی آہستہ سے دل میں کہنا بہتر ہے۔

• — اقامتِ نماز کے وقت، (طبرانی)

• — بارش کے وقت، (ابوداؤد، طبرانی)

ابن مردویہ (عن سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میں حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ "کتابُ الاُمّ" میں فرماتے ہیں: کہ میں نے بہت سے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین وتابعین رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا یہ عمل سنا ہے کہ بارش کے حضور رحمت حضرت محمد مختار رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم خصوصیت سے دُعا مانگتے تھے۔" وغیرہ وغیرہ

۞

مکاناتِ اجابتِ دُعا

(یعنی دُعا قبول ہونے کی خاص جگہیں)

تمام مقاماتِ متبرکہ میں مقبولیتِ دُعا کی زیادہ اُمید ہے اور حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ نے اہلِ مکّہ کی طرف ایک خط میں تحریر فرمایا، کہ مکّہ مکرّمہ میں پندرہ ۱۵ جگہ دُعا کی مقبولیت مُجرّب ہے۔

طواف میں اور ملتزم کے پاس (یعنی، دروازہ بیت اللہ اور حجرِ اسود کے درمیان) جو جگہ ہے اس میں۔

اور بیت اللہ کے اندر اور میزابِ رحمت کے پاس اور صفا و مروہ کے پہاڑوں کے اُوپر، اور سعی کرنے کے میدان میں (جو صفا و مروہ کے درمیان ہے)۔ اور مقامِ ابراہیم کے پیچھے۔ اور عرفات میں۔ اور مزدلفہ میں۔ اور مِنیٰ میں اور تینوں جمرات کے پاس (جمرات وہ تین پتھر ہیں جو منیٰ میں نصب کئے ہوئے ہیں، جن پر حجاج کرام کنکریاں مارتے ہیں۔)

حضرت امام جوزی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں، کہ اگر سرورِ دوعالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے حضور میں، یعنی

نوادر !

یعنی زکوٰۃ کے چند نادر مسائل جن سے واقف ہونا عصر حاضر کے مسلمان کے لئے نہایت ضروری ہے ۔ جیسے ملوں، کمپنیوں کے شیرز، مشنری، مکان، دوکان، فرنیچر اور پراویڈنٹ فنڈ کے احکام۔ اسلئے کتاب میں مسائل بھی اجمالاً پیش خدمت ہیں، تاکہ قارئین کرام کو اس سے اچھا خاصا فائدہ پہنچ سکے ۔

مسئلہ : ملوں اور کمپنیوں کے شیرز پر بھی زکوٰۃ فرض ہے بشرطیکہ شیرز کی قیمت بقدر نصاب ہو۔ البتہ کمپنیوں کے شیرز کی قیمت میں چونکہ مشنری مکان اور فرنیچر وغیرہ کی لاگت بھی شامل ہوتی ہے جو درحقیقت زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہے۔ اسلئے اگر کوئی شخص کمپنی سے دریافت کرکے جسقدر رقم اسکی مشنری مکان اور فرنیچر وغیرہ میں لگی ہوئی ہے اور اپنے حصے کے مطابق شیرز کی قیمت سے کم کرکے باقی کی زکوٰۃ دے تو یہ بھی جائز ہے۔ سال کے ختم پر جب زکوٰۃ دینے لگے اُس وقت جو شیرز کی قیمت ہوگی وہی لگے گی ۔ (درمختار)

مسئلہ : پراویڈنٹ فنڈ جو ابھی وصول نہیں ہوا اس پر بھی زکوٰۃ فرض ہے۔ لیکن ملازمت چھوڑنے کے بعد جب اس فنڈ کا رقم وصول ہوگا اسوقت ان روپیوں پر زکوٰۃ فرض ہوگی، بشرطیکہ یہ رقم بقدر نصاب ہو یا دیگر

مال کیساتھ ملکر بقدر نصاب ہو جاتی ہو، وصول پالی سے قبل کی زکوٰۃ پراونڈنٹ فنڈ کی رقم پر واجب نہیں، یعنی پچھلے سال کی زکوٰۃ فرض نہیں ہوگی۔

مسئلہ: صاحبِ نصاب اگر کسی سال کی زکوٰۃ پیشگی دیدے تو یہ بھی جائز ہے۔ البتہ اگر بعد میں سال پورا ہونے کے اندر مال بڑھ گیا تو اس بڑھے ہوئے مال کی زکوٰۃ علیحدہ دینی ہوگی۔ (درمختار)

جس قدر مال ہے اس کا چالیسواں حصہ (سو پر ڈھائی ۲½) دینا فرض ہے یعنی فیصد دینا چاہیئے۔ سونے، چاندی اور مالِ تجارت پر زکوٰۃ فرض ہے اس کا ۱/۴۰ حصہ دے۔ اگر اسکا قیمت دے تو یہ بھی جائز ہے مگر قیمت خرید نہ لگے گی۔ زکوٰۃ واجب ہونیکے وقت دینی ہوگی۔

مسئلہ: ایک ہی فقیر کو اتنا مال دے دینا کہ جتنے مال پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے مکروہ ہے۔ اگر دیدیا تو زکوٰۃ ادا ہوگئی اور اس سے کم دینا بغیر کراہت کے جائز۔ (ہدایہ، ج ۱)

مسئلہ: زکوٰۃ ادا ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ جو رقم مستحق زکوٰۃ کو دیجائے وہ اسکی کسی خدمت کے معاوضہ میں نہ ہو۔

مسئلہ: ادائیگی زکوٰۃ کیلئے یہ بھی شرط ہے کہ زکوٰۃ کی رقم کسی مستحق زکوٰۃ کو مالکانہ طور پر دیدی جائے جس میں اسکو ہر طرح کا اختیار ہو۔ اسکے مالکانہ قبضہ کے بغیر زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

فضائلِ تلاوت القرآن

حضرات! نہایت مناسب ہوگا کہ ہم اس گلدستۂ علم و اعتقاد کو تلاوتِ قرآن حکیم کی فضیلت و برکت پر ختم کریں، کیونکہ رمضان اور قرآن باہم لازم و ملزوم ہیں۔ سچ پوچھئے تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے رمضان المبارک شروع ہوتے ہی روزہ داروں کیلئے جنت کے دروازوں کو کھولنے اور دوزخ کے دروازے بند کرنے کا احکام فرمایا ہے اس میں قرآن پاک کو بڑا دخل ہے کیونکہ اسی متبرک مہینے میں ہی اس کا نزول فرمایا گیا جیسا کہ نصِ قرآن ہے: شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ "رمضان وہ مہینہ ہے جسمیں نزول قرآن کا (آغاز) ہوا ہے"۔

پس جونہی رمضان المبارک کا سایہ فگن ہوتا ہے تو قدرتی طور سلیم الفطرت مسلمانوں کو قرآن کریم بھی یاد آجاتا ہے کو یہ مبارک مہینہ قرآن کے لئے سالگرہ کی سی حیثیت رکھتا ہے۔

صحیح بخاری وغیرہ میں آیا ہے کہ ہر رمضان میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت جبرئیل علیہ السلام ایک دوسرے کو قرآن کریم سناتے تھے۔ اور جس سال آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے پروردگار رحمٰن کے جوارِ رحمت میں پہنچے اس سال آپؐ اور جبرئیلؑ نے قرآن پاک کے دو دو دَور فرمائے اور اس وقت آپؐ شکرانۂ قرآن

بجالانے میں تیز ہوا سے بھی زیادہ سخاوت فرماتے تھے۔

اور تراویح کے فلسفہ پر غور کیجئے تو اس میں بھی یہی دکھائی دے گا کہ اس سے قرآن کریم مسلمانوں کے دلوں میں یاد رکھنے کی مصلحت مضمر اور پوشیدہ ہے۔ لہٰذا وہ مسلمان بہت زیادہ اجرِ عظیم اور سعادت دارین کے حقدار ہیں جو روزہ داری کے ساتھ ساتھ قرآن پاک کی تلاوت کا بھی اہتمام فرمایا کریں گے۔

اب آپ فضیلت قرآنِ حکیم کے سلسلے میں چند احادیث مبارکہ ملاحظہ فرماویں۔

- ۱ = حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو خود قرآن حکیم پڑھے اور دوسروں کو بھی پڑھائے۔ (ترمذی شریف)

- ۲ = حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: کہ حضور پُر نور حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ جس شخص کا اندرونی حصہ (دل و سینہ) قرآن پاک سے خالی ہو وہ ویران اور غیر آباد گھر کی طرح ہے۔ (ترمذی)

اور امام محمد بن عیسیٰ رح نے اس حدیث مبارک کے بارے میں فرمایا کہ یہ حسن ہے۔ مسلمانو! اس حدیث مبارک پر اچھی طرح غور کرو۔ ÷

قرآن شریف پڑھنے کے بعد اسکے بھلانے کا نتیجہ

" عَنْ انس بن مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قال قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرِضَتْ عَلَيَّ اُجُوْرُ اُمَّتِیْ حَتّٰی الْقَذَاةِ يُخْرِجُهَا الرَّجُلُ مِنَ الْمَسْجِدِ وَ عُرِضَتْ عَلَيَّ ذُنُوْبُ اُمَّتِیْ فَلَمْ اَرَ ذَنْبًا اَعْظَمَ مِنَ الْقُرْاٰنِ اَوْ اٰيَةٍ اُوْتِيْهَا رَجُلٌ ثُمَّ نَسِيَهَا۔" (ترمذی)

ترجمہ :- " حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کی کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ، کہ مجھے اپنے اُمتیوں کے نیک عملوں کے ثواب دکھائے گئے ، حتیٰ کہ اس تنکہ اور خس و خاشاک کا ثواب بھی مجھ پر پیش کیا گیا ، جو کوئی آدمی (مسلمان) مسجد شریف سے نکلتا ہے ۔ اور اسی طرح مجھے اپنے اُمتیوں کے بُرے عملوں کے گناہ بھی دکھائے گئے ، تو میں نے سب سے بڑا گناہ اس بات میں دیکھا کہ آدمی قرآن حکیم کی کوئی سورت یا اس کا کوئی آیت یاد کرے اور پھر اس کو بھلا دے ، اس کے دل اور سینہ میں

اس کا نام و نشان تک نہ رہے۔" پناہ بخدا ! !

دیکھا آپ نے ! قرآن مجید پڑھنے اور یاد کرنے کے بعد کتنی ذمہ داری ایک مسلمان پر عائد ہوتی ہے کہ اس کے بار بار پڑھنے اور اس کی تلاوت کا سلسلہ ہمیشہ قائم رکھے۔ (یہ حدیث مبارک جامع ترمذی شریف میں ہے۔

قرآنِ حکیم پڑھنے کے بعد اس کے مطابق عمل کرنا ضروری ہے ورنہ ایسا شخص، ایمان کی نعمت سے محروم ہو گا۔

● ۔ ایک اور حدیثِ مبارک میں آیا ہے کہ سرورِ کائنات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"اس شخص نے حقیقت میں ایمان ہی نہ لایا جس نے قرآنِ حکیم کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال بنایا۔ یعنی جو شخص اپنا کردار قرآن پاک کے مطابق نہ بنائے وہ مومن کہلانے کا حقدار اور سزاوار نہیں ہے۔ قرآنِ مجید پر ایمان لانے کا مقصد اور اعتبار ہی اس بات میں ہے کہ مسلمان کا اعتقاد اور عمل قرآن پاک کے مطابق ہو۔

● ۔ عَنْ انسؓ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ، مَن قَرَأَ كُلَّ يَوْمٍ مَائَتَيْ مَرَّةٍ، قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ، مُحِيَ عَنْهُ

ذُنُوْبُ خَمْسِیْنَ سَنَۃً اِلَّا اَنْ تَکُوْنَ عَلَیْہِ دَیْنٌ ـ" (فضائلِ القرآن، جامع ترمذی)

ترجمہ :- "حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رحمۃ للعالمین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :- جو شخص ہر دن : قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ .... الخ ، یعنی پوری سورۃ الاخلاص پڑھا کریں کرے گا تو اس کے پچاس برس کے گناہ سوائے قرضہ کے بخشے جائیں گے ـ" یعنی قرضہ کے سوا اس کے سارے گناہوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ جلّ شانہٗ سورۂ اخلاص کی برکت سے مغفرت فرمائے گا ـ

مَاشَاءَاللہ ! کتنی بڑی شان اور عظمت ہے اس سورۂ شریف کی ـ لہٰذا آپ بھی سورۃ الاخلاص کثرت سے پڑھا کریں اللہ تبارک وتعالیٰ اس کی فیض و برکت سے ہم سب کے گناہ معاف فرمائے گا ــــ ❖

(ختم شدہ)

شیخ محمد عثمان اینڈ سنز تاجران الکتب (مدینہ چوک) گاؤکدل سرینگر

امیر شریعت علامہ سید محمد قاسم شاہ
بخاری کی تصنیفات کو انٹرنیٹ پر امت
مسلمہ تک پہنچانے کی غرض سے ڈالا گیا ہے۔
فقط آپکا خادم سید عارف احمد قادری۔

نوٹ :۔ "واضح رہے ! کہ اس کتاب کے مضامین کا سلسلہ چونتیس ۳۴ تک پہنچ جاتا ہے اگر قارئین کتاب ان کا مطالعہ سچے دل اور پورے اخلاص سے فرمائینگے ، تو یقین جانیئے کہ ان کے دل ایمان کی حلاوت اور علم و ادب کے زیور سے معمور ہو جائیں گے ۔"

(مؤلف)